بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تذکرہ اولیاء کرام نقشبندیہ

لواری شریف

267
267 ص
620/1

حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان صدیقی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

بیاد

عبدالغنی دادا بھائی (مرحوم) بانی صدر جماعت انتظامیہ
نواری شریف پاکستان

تحریر و ترتیب ——— چوہدری شمشاد علی وارثی

پرنٹرز ——— اے۔ ایچ پرنٹرز کراچی

تعداد ——— ایک ہزار

پہلی بار ——— ماہ ذیقعد سنہ ۱۴۰۰ھ

ہدیہ ——— دس روپے

حقوقِ اشاعت بحق جماعت انتظامیہ (نقشبندیہ) نواری شریف
پاکستان محفوظ ہیں

تذکرہ اولیاء کرام نقشبندیہ
لواری شریف

پاکستان نعت کونسل

اے - ۸۳۰، بلاک ایچ
شمالی ناظم آباد - کراچی

ادیب رائے پوری

نذرانۂ عقیدت

مورخہ ....

حضور خواجہ محمد زماںؔ صدیقی — وہ نسلِ پاکِ ابوبکرؓ، وہ مہکتا پھول
طفیل باقی باللہ ملی بقائے دوام — نہ زیست اُن سے خفا ہے نہ مرگ اُن سے ملول
شعاعِ نورِ مجددؒ، پیامِ عشقِ نبیؐ — خیالِ سیدِ عالمؐ، تلاشِ کوئے رسولؐ
ہے تو حضرتِ معصومؒ کی طرح معصوم — گئے تو دیکھے جہاں کو شرافتوں کے اصول
لیا جو ہاتھ میں پرچمِ ابوالمساکینؒ سے — دیا وہ رنگ دُعا کو کہ ہر دُعا ہو قبول
اُنہیں کے مُنہ پہ پڑی خاک، وہ ہوئے رُسوا — جو سوچتے تھے اُڑے گی اس آستانہ پہ دھول
قدم سے جن کے لواری بنا مدینۂ عشق — جہاں کے خار بھی عشاق کی نظر میں ہیں پھول

ادیبؔ ان سے گلہ کر کے فائدہ کیا ہے
جو اولیاؤں کی عظمت سے ہو رہے ہیں ملول

ادیب رائے پوری
۴ر ستمبر ۸۰ء

✳ پیر صاحب لواری شریف گُل حسن صدیقی ✳
موجودہ سجادہ نشین

جناب عبدالغنی دادا بھائی (مرحوم)
بانی صدر جماعت نواری شریف

دیباچہ

(اظہر سعید خان ایڈووکیٹ)

ملک کے مشہور صحافی چوہدری شمشاد علی صاحب وارثی نے لواری شریف کے اولیاء کرام کا تذکرہ مرتب کیا ہے۔ وارثی صاحب سے لوگ بخوبی متعارف ہیں اور آپ کے کالم مختلف اخبارات و رسائل کی زینت بنتے رہتے ہیں کچھ عرصے سے وارثی صاحب نے تصنیف و تالیف کا کام بھی شروع کیا اور پاکستان کی مقتدر ہستیوں اور اولیاء کرام کے بارے میں آپ کی کتابیں زیرِ اشاعت ہیں یہ کتاب بھی اسی سلسلہ کی ایک کڑی ہے۔

یہ دور جس میں ہم سانس لے رہے ہیں سائنسی کمالات کے عروج اور مادی ترقیوں کے شباب کا دور ہے۔ انسان نے تسخیرِ ماہ کے بعد ستاروں پر جال پھینکا ہے اور نت نئی ایجادات نے زمین پر رہنے بسنے والوں کو ایسی جہتوں سے آگاہ اور ایسی سہولتوں اور آسائشوں سے بہرہ ور کر دیا ہے جن کی حقیقت پہلے خواب و خیال سے زیادہ نہیں تھی۔ علامہ اقبال نے مشینوں حکومت کو دل کے لئے موت قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ آلات احساسِ مروت کو کچل دیتے ہیں۔ یہ بات اپنی جگہ صحیح ہے اور اس سے آگے یوں بھی ہے کہ مادی ترقی نے نہ صرف احساسِ مروت بلکہ احساسِ مذہب پر بھی کاری ضرب لگائی ہے۔ مذہب کو ماننے والوں کی بہتات ہے لیکن ان پر عمل پیرا ہونے والوں کی تعداد اتنی ہی کم ہے اور یہ تعداد روز بروز مائل بہ انحطاط ہی نظر آ رہی ہے۔

یہ جانتے ہوئے بھی کہ ؎

کارِ دنیا کسے تمام نہ کرد ٭ ہر کہ گیرید مختصر گیرید

(دنیا کا کام کوئی پورا نہ کر سکا - یہ جسکے بھی ہاتھ آیا مختصر وقت کیلئے)

کارِ دنیا میں مصروف ہاتھ اور فکرِ دنیا میں مصروف دماغ اِن الجھاؤوں میں ہر لمحہ زیادہ گرفتار ہوتے جا رہے ہیں اور اب اتنی فرصت بھی نصیب نہیں کہ اپنی آفرینش اور مقصدِ حیات کی بابت غور و فکر کے لئے تھوڑا سا وقت نکال سکیں۔ اِن حالات میں اگر کہیں سے دعوتِ حق ملے اور کوئی ایسا ذکر سننے یا پڑھنے کو ملے جو انسان کی روحانی آسودگی اور قلبی سکون کا سامان فراہم کرتا ہو تو ایسے تذکروں اور مطالعہ کے ان لمحوں کو خوش نصیبی جاننا چاہیے۔

اس کتاب میں خصوصیت کے ساتھ ایک ایسی برگزیدہ ہستی کا ذکر ہے جسے لوگ سلطان الاولیاء کے نام سے یاد کرتے ہیں اور جس نے ڈھائی سو سال سے زیادہ عرصہ قبل سندھ کی مردم خیز سرزمین میں جنم لیا اور ضلع بدین کے ایک چھوٹے سے قصبے لواری شریف کو رشد و ہدایت کا مرکز بنایا اور ساٹھ سال سے زیادہ عرصے تک لاکھوں دلوں کو نورِ ایمان سے منور کر کے اسی سرزمین کو اپنی ابدی استراحت کے لئے منتخب کیا۔

یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ مادی وسائل اور عسکری طاقت کے ذریعہ خطۂ ارض کو زیر اور جسموں کو گرفتار کیا جا سکتا ہے لیکن کوئی شخص بھی آج تک اپنی طاقت و جبروت سے دلوں کو فتح نہیں کر سکا ہے اور فاتح زمانہ تو اُسی کو کہا جا سکتا ہے جو دلوں کو فتح کر لیا۔ انبیاء کرام اور پیغمبران گرامی کے بعد دلوں کی فتح کا کام اولیاء اللہ نے سرانجام دیا ہے جنہوں نے اپنے زہد و اتقاء، حق پرستی سادگی، انکساری، صبر و رضا اور رحمت و شفقت سے اپنے آپ کو اخلاقِ حسن کا کامل نمونہ بنایا اور خلقِ خدا اُن کی جانب اس طرح کھنچی چلی آئی جس طرح لوہا مقناطیس کی جانب کھنچ آتا ہے۔

سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان قدس سرہ کی ذات گرامی بھی انہیں اوصافِ حمیدہ کی حامل تھی جو اللہ کے برگزیدہ بندوں کا شعار رہی ہے۔ آپ کی ریاضت،

ومجاہدات۔ تصرفات و فیضان۔ کشف وکرامات سے لوگ بخوبی واقف ہیں اور آپ کی پاکیزہ زندگی کے واقعات، کمالاتِ روحانی، عالمانہ ارشادات اور عارفانہ کلام متعدد کتابوں کی زینت بنے ہوئے ہیں جن سے حسبِ توفیق استفادہ کر رہے ہیں۔ حُبِ رسول صلی اللہ وآلہ وسلم اتباعِ سنت حضرت خواجہ کی زندگی کے نمایاں اور اہم پہلو تھے۔ حضرت کا یہ وصف وراثتاً منتقل ہوتا چلا گیا اور اس پاکیزہ تعلق نے آپکے سلسلے کی دو برگزیدہ ہستیوں یعنی حضرت خواجہ محمد حسن ملقب بہ خواجہ مدنی اور حضرت خواجہ محمد سعید مہاجر مکی کو بارہا حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف فرمایا اور مدینہ منورہ اور مکہ معظمہ کی مقدس ومبارک سر زمین کو اُن کی آخری آرام گاہ قرار دیا۔

حضرت سلطان الاولیاءؒ نقش بندی طریقت سے منسلک تھے۔ یوں تو طریقت اسلامیہ کے تیس سے زائد سلسلے مروج ہیں لیکن ان میں قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ زیادہ مشہور اور ممتاز ہیں۔ طریقت نقشبندیہ کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ طریقہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نسلاً بعد نسل منتقل ہوتا ہوا خواجہ بہاؤالدین نقشبندی قدس سرہ کے ذریعہ عروج تک پہنچا۔ سندھ میں نقشبندی طریقت حضرت مخدوم آدم ٹھٹوی۔ مخدوم ابوالقاسم خواجہ محمد الو[illegible] اور خانوادۂ لواری شریف کے شیخ المشائخ حضرت تحت پھیلی اور مقبول ہوئی۔

جب ہم حضرت سلطان الاولیاءؒ کی حیات پر نظر ڈالتے ہیں تو سنت رسول کے اتباع اور اثر کے یہ واقعات بھی ہمیں اپنی جانب خصوصیت کے ساتھ متوجہ کرتے ہیں کہ حضرت خواجہ کو بھی اپنی ابتدائی عمر میں خود اپنے ہی عزیزوں کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا اور آگے چل کر مخالفت اور ظلم وتعدی کے سبب ہجرت اختیار کرنی پڑی اور آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی عمر پائی۔ بے شک اِن واقعات کو حُبِ رسول ہی کا نتیجہ ہے اور اسی پاک تعلق کا اثر کہا جا سکتا ہے۔

بزرگانِ دین کے تذکروں میں اکثر یہ بات بھی مشترک نظر آتی ہے کہ اپنے

جذبات و احساسات کے اظہار کے لئے انہوں نے شعر کو بھی ذریعہ بنایا ہے۔ شعر گوئی کا یہ ذوق صحابۂ کرام رضوان اللہ عنہم سے لیکر صوفیاء اور اولیاء میں پوری شاعرانہ صلاحیتوں کے ساتھ موجود تھا اور اسلام کی ان اکابر ہستیوں نے اسلامی تعلیمات صوفیانہ نظریات اور حمد و نعت کے ذریعہ ادب کی اس صنف کو کافی مالامال کیا ہے۔

حضرت خواجہ محمد زمان قدس سرہ کو بھی اس صنف پر کامل عبور حاصل تھا اور آپ کے سندھی ادبیات اسلامی تعلیمات رشد و ہدایات پند و نصائح اور تصوف کے نظریات کا گراں قدر مجموعہ ہیں اس ضمن میں یہ بات بھی بڑی اہم دلچسپ اور لائق توجہ ہے کہ شاہ عبداللطیف بھٹائی حضرت سچل سرمست اور خواجہ محمد زمان قدس سرہ قریب قریب ایک ہی دور کے بلند مرتبت صوفی بزرگ تھے جن کے مذہبی تقدس کے ساتھ ساتھ شاعرانہ کمالات بھی مسلّم ہیں۔

مرشدانِ برحق کا کام عامۃ الناس میں دین کی حقیقی روح پھونکنا اور ایسا جذبہ پیدا کرنا ہے جس سے انہیں کتاب و سنت پر عمل کی استقامت حاصل ہو حضرت خواجہ کی حیات پر نظر ڈالئے تو آپ کو اندازہ ہوگا کہ حضرت نے شریعت و طریقت کو مخلوقِ خدا تک پہنچانے کا حق بحسن و خوبی انجام دیا۔ آپ کی تمام زندگی عبادت ریاضت مجاہدہ اور رشد و ہدایت میں صرف ہوئی اور جریدۂ عالم پر اپنا دوام ثبت کر گئی۔

بے شک اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں سے کشف و کرامت کا ظہور ہوا ہے اور دوسرے اولیاء کی طرح حضرت سلطان الاولیاء کے کشف و کرامات کے بیشمار واقعات مستند کتب میں درج ہیں لیکن یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ بزرگوں کے روحانی مراتب و مقامات کا اندازہ ان کی کرامات سے نہیں بلکہ ان کی مکمل زندگی سے کیا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیات طیبہ کا واقعہ اور سورۃ الاسراء ہماری رہبری کے لئے کافی ہے کہ جب منکرین نے کہا کہ ہم آپ پر

ایمان نہیں لائیں گے جب تک کہ عجیب وغریب باتیں یعنی معجزات نہ دکھاؤ۔ توحکم ہوا کہ ان سے کہدیجئے کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو صرف ایک پیغام پہنچانے والا انسان ہوں، تو اس طرح یہ بات یاد رکھنا چاہیئے کہ روحانیت کا منتہا کشف وکرامت نہیں عرفانِ الٰہی ہے۔ ان مرشدانِ کامل کو عرفانِ الٰہی کا عظیم سرمایہ حاصل تھا پھر یہ کرامت بھی کم نہیں کہ اتنا طویل عرصہ گزرجانے کے بعد بھی ہم اس ولیٔ کامل کی یاد منارہے ہیں اور اس کی عظمت کے سامنے سرِ تسلیم خم کئے ہوئے ہیں۔

حضرت خواجہ اللہ کے ان بے نیاز بندوں میں تھے جنہوں نے اپنا سب کچھ دنیا کو دیدیا اور بدلے میں کچھ نہیں لیا۔ برخلاف اُن حریص لوگوں کے جو دنیا کے ساغر سے آخری قطرہ تک کھینچ لیتے ہیں لیکن بدلے میں کچھ بھی نہیں دیتے۔ اس عطائے عام اور استحصالِ تمام کے نتیجہ یا انجام کو حفیظ جالندھری نے اپنی ایک نظم میں خوبی سے باندھا ہے ؎

بادشاہ کا مزار
جس سے عبرت آشکار
اک گدا کی قبر پر
جمع سینکڑوں بشر
ہیں یہ فقر کا اثر
اور مآلِ مال وزر
دیکھتا چلا گیا

خدا ہمیں توفیق دے کہ بزرگانِ دین کی زندگیوں اور اسلامی تعلیمات سے فیض حاصل کریں اور اپنی زندگیوں کو اسلام کے سانچے میں ڈھال کر اللہ کے آخری دین کو دنیا کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک پہنچادیں۔

حضرت مولانا غلام دستگیر نقشبندی مجددی صدر جماعتِ اہل سنت، جشن سلطان الاولیاء کے ایک اجتماع سے خطاب کر رہے ہیں۔

پیش لفظ

ہمارے ملک میں صوفیائے کے جتنے بھی خانوادے پائے جاتے ہیں۔ ان کی موجودہ صورتِ حال خواہ کچھ بھی ہو لیکن ان خانوادوں کے بانیانِ اوّل نے اپنے اپنے زمانے اور علاقوں میں دین و انسانیت کی بیش بہا خدمات انجام دی ہیں۔
یہ وہ لوگ تھے، جنہوں نے تخت و تاج کے جاہ و جلال کے مقابلہ میں اپنی خاک نشینی کو سربلند کیا، اور وہ کارنامے انجام دیئے جو تلوار کی دھار کے ذریعہ انجام نہیں پا سکتے تھے۔
ان صوفیائے نے اپنے عہد کے ہر جابر و ظالم کو مخلوق خدا پر دلیر ہونے سے روکا، اور مظلوم و مقہور انسانوں کو عزم اور حوصلہ دیکر ظلم اور جبر سے عہدہ برآ ہونے کی ہمت بخشی۔
دولت انسان کے لیئے ہمیشہ ایک فتنہ بنی رہی ہے۔ اور دولت حاصل کرنے کے بعد انسان بسا اوقات درندہ اور وحشی بن جاتا ہے۔ صوفیاؒ نے خود دولت کو ٹھکرایا، اور انسانوں کو دولت سے بے نیاز رہ کر زندگی بسر کرنے کی ترغیب دی۔
انسانیت کا مسئلۂ اصلی یہ ہے کہ انسان دوسرے انسان کے ساتھ بے غرضانہ سلوک کرے اور اپنے ابنائے کرام کے لیئے ایثار و رحمت کا پیکر ثابت ہو۔
صوفیا نے اپنی پوری زندگیاں اسی سانچے میں ڈھال کر پیش کیں
پھر سب سے بڑا کارنامہ ان صوفیا کا یہ تھا کہ اللہ اور اس کے بندوں کے درمیان، عبدیّت اور معبودیّت کا تعلق پختہ تر کیا۔ اور اس طرح انسان کو بشری پستیوں سے اٹھا کر ملکوتی بلندیوں سے بھی اونچا بٹھا دیا۔
غرضکہ ماضی کی تاریخ میں ہر مرحلہ پر صوفیا کو انسان دوستی اور خدا پرستی کا علم بردار پایا جاتا ہے اور آج انسانیت کے پاس خیر و برکت کا جو بھی سرمایہ موجود ہے، انبیاؑ اور صحابہ کے بعد صوفیاؒ کے

ذریعہ ہی ہم تک پہنچا ہے۔

سندھ کی سرزمین نے ہمیشہ اپنی آغوش وا کی اور سندھ میں ان اہل اللہ نے مخلوقِ خدا کی ہر آڑے وقت میں رہنمائی کی۔ چنانچہ صوفیائے سندھ کے ان ہی خانوادوں میں سے ایک خانوادہ لواری شریف کے صوفیا کا بھی ہے۔

لواری شریف کے صوفی خانوادہ کے اکابرین نے جو دین اور انسانیت کی خدمات انجام دیں اور سندھ کے عوام تک روحانیت کا جو پیغام پہنچایا ہے، آئندہ صفحات پر ان کا کچھ تذکرہ پیش کیا جا رہا ہے۔ تاکہ عہدِ حاضر کے مادّہ پرستانہ جہل اور تاریکی میں اس شمعِ حق کی کچھ برکتیں دردمند اور مضطرب دلوں کے لیئے جذب و سکون نور و روشنی کا سامان بہم پہنچا سکیں۔

چوہدری شمشاد علی وارثی
۱۶ مئی ۱۹۸۰ء مطابق یکم رجب المرجب ۱۴۰۰ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سلسلۂ حسب و نسب

اولیاء کرام، لواری شریف

تذکروں سے پتہ چلتا ہے کہ لواری شریف کے صوفیاؒ کا سلسلۂ نسب خلیفۂ اوّل اور جانشینِ رسولؐ جناب حضرت ابوبکر صدیق رضؓ سے جا ملتا ہے۔ (شجرۂ نسب آخر میں ضمیمہ میں ملاحظہ فرمائیے)

صدیقی سلسلۂ نسب ایسا نہیں ہے جو برکاتِ نبوت اور صدیقیت سے خالی ہو۔ لواری شریف کے صوفیا میں صدیقیت کی علامتیں برابر نمایاں ہوتی رہیں۔

بیعت و ارشاد

اس خاندان کے ایک بزرگ شیخ مالکؒ بن محمدؒ تھے۔ یہ بزرگ تلاشِ حق میں مکہ شریف آئے اور وہاں سہروردی سلسلہ کے مشہور شیخ جناب محمد کمالیؒ سے بیعت ہو گئے۔ شیخ کی خدمت میں ایک سال سے زیادہ وقت گذارا، اور شیخ کے فیوض و برکات سے اس قدر مستفیض ہو گئے کہ شیخ نے انہیں اپنا خلیفہ مقرر کر کے رشد و ہدایت کا فیض پھیلانے کا حکم دے دیا۔

ترک وطن اور سندھ میں آمد

کہتے ہیں خلیفہ ہارون رشید کے دورِ حکومت کے اوائل میں، لواری صوفیاؒ کے پہلے بزرگ بغداد سے سندھ تشریف لائے۔ یہ ۱۸۶ھ ہجری کے لگ بھگ کا واقعہ ہے۔

مقصد اس ہجرت سے، کفرزارِ ہند میں حق کی اشاعت تھا۔

چنانچہ سندھ پہنچ کر اس خاندان نے ٹھٹھہ کے قرب و جوار میں منگر کے مقام پر سکونت اختیار کی اور رشد و ہدایت کا سلسلہ جاری کر دیا۔

جلد ہی عوام الناس کا رجوع شروع ہوگیا۔ تاہم ان بزرگوں نے عجز و انکساری کا طریقہ اپنائے اور خود کو صرف فقیر کہلوایا۔ پیر اور شیخ کہلانے سے احتراز برتا۔

کچھ کے علاقہ میں آمد

سمہ خاندان کے دورِ حکومت میں جب سارا سندھ خانہ جنگی کی لپیٹ میں آگیا تھا۔ ننگر کا علاقہ بھی تباہی کی زد میں آیا ہوا تھا۔ اس خاندان نے عارضی طور پر کچھ کے علاقہ میں منتقل ہو جانا مناسب سمجھا۔ لیکن کچھ میں مستقل سکونت اختیار نہیں کی، ادھر سندھ کے وابستگان کا برابر اصرار رہا کہ یہ خاندان واپس سندھ آجائے۔

سندھ میں واپسی

چنانچہ ۱۵۰۴ء مطابق ۹۱۰ ھجری میں اس خاندان کے شیخ اعظم، جناب "شیخ عبداللطیفؒ کلاں کچھ سے سندھ واپس آ گئے۔

شیخ عبداللطیف کلاں رحمۃ اللہ علیہ

ذکر و فکر

شیخ عبداللطیف کلاں نے سو سال سے زیادہ عمر پائی، اور ہمیشہ جلوت کو ترجیح دی، عبادات و معاملات تمام باتوں میں شریعت کے ایک ایک جزپر عمل پیرا رہے۔

- آپ کا کوئی لمحہ ذکر و تسبیح سے خالی نہیں گذرتا تھا۔
- آپ کی زبان سے کبھی کوئی ناشائستہ لفظ دانستہ یا نادانستہ نہیں نکلا۔
- آپ نے کبھی کسی کو بد دعا نہیں دی۔
- اگر کسی شخص سے کوئی فاش غلطی بھی سرزد ہو جاتی، تو صرف اتنا فرماتے کہ "اللہ پاک نے جانوروں کو انسانی صورت دے دی ہے"۔
- کبر سنی میں جبکہ آپ نہایت ضعیف اور ناتواں ہو گئے تھے، ذکر و تسبیح اور زہد و ریاضت

میں جوانوں کی طرح سرگرم رہتے تھے، خدام عرض کرتے کہ اس کبر سنی میں شرعاً آپ پر اتنی مشقت عائد نہیں ہوتی، اور رخصت کا عذر موجود ہے، لیکن آپ فرماتے "۔

"انسان دنیاوی نعمتیں حاصل کرنے کا اتنا شائق رہتا ہے کہ اگر بستر علالت و نقاہت پر پڑا ہو، اور کوئی دروازے پر آکر دستک دے کہ میں تحفے کر آیا ہوں لے لیجے تو وہ علیل و ضعیف انسان باوجود علالت و نقاہت کے بستر سے اٹھ کر دروازے تک جائیگا اور تحفہ وصول کرے گا۔ اگر دنیاوی نعمت کے حصول میں انسان کی کدو کاوش کا یہ حال ہے، تو پھر حق تعالیٰ کی نعمتیں حاصل کرنے کے لیئے کوئی عذر اور رخصت کیوں قابل قبول ہو؟ عبادات و ریاضت سے اللہ کی نعمتیں حاصل ہوتی ہیں دیں محض ضعف کا بہانہ بنا کر ان نعمتوں سے کیوں محروم رہوں"۔

کرامات کا ظہور حضرت شیخ عبداللطیفؒ کلاں سے بیشمار کرامتوں کا بھی ظہور ہوا، حالانکہ آپ نے ان کے اظہار سے ہمیشہ گریز فرمایا برسبیل تذکرہ چند کرامات کا ذکر پیش کیا جا رہا ہے۔

۱۔ ایک بار آپ کے مریدوں کی ایک جماعت کسی سنسان اور غیر آباد علاقہ سے گذر رہی تھی، کہ اچانک لٹیروں کے ایک گروہ نے اس جماعت کو گھیر لیا، جماعت کے پاس مقابلہ کا کوئی سامان نہیں تھا، اس موقعہ پر انہوں نے مُرشد کی یاد کے کے ساتھ اللہ کو مدد کے لیئے پکارا، کیا دیکھتے ہیں کہ چاروں طرف زبردست روشنی نمودار ہوئی، اور اس روشنی میں ایک گھوڑے سوار نمودار ہوا، جس کی شبیہ ہو بہو حضرت شیخ عبداللطیفؒ کلاں کیطرح تھی۔ ڈاکوؤں کا گروہ یہ دیکھ کر وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا۔ بزرگ نے مریدوں سے فرمایا، آپ لوگ بے خوف و خطر اپنا سفر جاری رکھیں، میں ان لیٹروں کا تعاقب کرتا ہوں۔ اور پھر وہ شخصیت نظروں سے غائب ہوگئی

۲۔ ایک شخص پر جن کا اثر ہوگیا، وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ اس وقت وضو فرما رہے تھے، وضو کے دوران آپکی ریش مبارک کے تین چار بال جھڑ کر گر گئے۔ اس شخص

نے ان بالوں کو اٹھا کر اپنے پاس رکھ لیا۔ اور اس کے بعد اس پر جن کا اثر باقی نہیں رہا۔

۳۔ ایک بار مذکورہ شخص سخت بیمار ہوگیا، کسی طرح افاقہ نہ ہوتا تھا۔ ایک دن اس نے موئے مبارک کا وہی تعویذ نکال کر اپنے گلے میں ڈال لیا۔ رات کو اس نے دیکھا کہ اس کے جسم سے روشنی کی شعاعیں نکل رہی ہیں۔ وہ حیران ہوا، اور خیال کیا کہ شاید یہ ان بالوں کا اثر ہو، تعویذ کھول کر جب بالوں کو باہر نکالا تو سارا گھر روشن ہوگیا۔ پھر تو وہ شخص اطمینان سے سو گیا۔ اور صبح تک بیماری کا اثر زائل ہو چکا تھا۔

۴۔ آپ کے مریدوں کا ایک گروہ جس بستی میں رہتا تھا، اس بستی کو تباہ کرنے کے لئے بعض طاقتور دشمنوں نے منصوبہ بنایا۔ اُن کے مریدوں کو معلوم ہوا تو سخت پریشان ہوئے۔ اس لئے کہ اس وقت ان کے بہت سے جنگجو جوان باہر گئے ہوئے تھے۔ اور اس حالت میں دشمنوں کا مقابلہ کرنا ممکن نہیں تھا۔ وہ سب حضرت شیخ عبداللطیف کلاں کی خدمت میں آئے، آپ سے اپنی مشکل عرض کی، آپ نے انہیں ایک کچے دھاگے کی ریل دی اور فرمایا، کہ بستی کے چاروں طرف اس دھاگے کا حصار لگا دو، انشاءاللہ دشمن ناکام ہو جائیں گے۔

مریدوں نے ایسا ہی کیا۔ دشمن حملہ آور ہوا، اور یکے بعد دیگرے پندرہ بار حملہ کیا، لیکن ہر بار کبھی بستی کے چاروں طرف سمندر ملتا، کبھی خندق، کبھی اُبلتا ہوا چشمہ۔ ایک بار دشمن نے چاہا کہ پانی کے اندر سے گذر کر بستی پر حملہ آور ہو جائے!! مگر جیسے ہی وہ پانی میں داخل ہوا، پانی کی حدت سے اُنکے جسم جلنے لگے، اور وہ خوفزدہ ہو کر باہر نکل آئے۔

بالآخر وہ اپنے فعل پر نادم ہوئے۔ حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہو کر حلقہ بگوشوں میں شامل ہو گئے۔

شیخ ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ

شیخ عبداللطیف کلاں کے تین فرزندوں میں سے صرف شیخ عبدالواحد ہی زندہ باقی رہے تھے۔

شیخ عبدالواحد کا جب انتقال ہوا تو آپ کا ایک ہی فرزند تھا جس کی عمر اس وقت صرف ایک سال تھی۔

شیخ عبدالواحد نے وصال کے وقت یہ وصیت فرمائی کہ "جب یہ بچہ ۱۲ برس کا ہو جائے تو یہ دستار اس کے سر پر باندھنا۔ انشاءاللہ بزرگوں کا سارا فیض اس کی طرف منتقل ہو جائیگا۔ بچپن میں آپ کی دیکھ بھال میاں مقیم کرتے رہے۔ وقت مقررہ پر شیخ عبدالواحد کی وصیت پر عمل کر کے دستار بندی کردی گئی۔

شیخ ابراہیم اپنے وقت کے بہت بڑے ولی ہوئے۔ اور خلقِ خدا کو بہت فیض پہنچا۔

شیخ ابراہیم کا مزار کچھ ریاست کے نمریہ گاؤں میں مرجع خلائق ہے۔ اور مشہور زیارت گاہ ہے۔

کرامات

آپ کی درج ذیل کرامات کا ذکر "لطیفۃ التحقیق" کے مؤلف نے کیا ہے

۱۔ ایک بار آپ کے ایک دوست نے بڑی حسرت کے ساتھ کہا کہ "حج کے لیے بارہا جانا چاہا لیکن استطاعت نصیب نہ ہونے کی وجہ سے ابھی تک محروم ہوں"۔

شیخ ابراہیم نے جواب میں فرمایا کہ "میری بھی یہی تمنا ہے۔ آؤ دونوں دوست مل کر آج ہی حج کے لیے روانہ ہو جائیں"۔

دوست نے حیران ہو کر کہا کہ "حج کو تو صرف دو دن رہ گئے ہیں! آج ہی روانگی سے کیا فائدہ؟"

آپ نے فرمایا، "تم عزم تو کرو، اللہ پورا کرنے والا ہے"۔

دونوں دوست ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر آدھی رات کو چل پڑے۔ دونوں دوستوں نے غسل کیا، احرام باندھا، اور پھر دوڑ لگا دی۔ ابھی کچھ وقت گذرا تھا کہ حضرت کے دوست نے دیکھا کہ سامنے حرم شریف ہے۔

چنانچہ فجر کے وقت حاجیوں کے ساتھ عرفات گئے۔ حج کے تمام ارکان ادا کیئے، تین دن بعد مدینہ منورہ زیارت کے لیئے پہنچے۔ اور ایک ہفتہ بعد وطن واپس آ گئے۔

۲۔ ایک بار شیخ ابراہیم اپنے دس مریدوں کے ساتھ سفر پر سیر کو نکلے، اور دریا پر پہنچ گئے، دریا پار کرنے کے لیئے اس وقت کشتی دستیاب نہیں تھی۔ آپ نے اپنے دسوں مریدوں کو ساتھ لیا۔ نصف کو دائیں طرف اور نصف کو بائیں طرف؛ اور سب نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑ لیئے۔ اور دریا سے اس طرح پار ہو گئے۔ جیسے خشک زمین پر جایا جاتا ہے۔ کسی کا جوتا تک نہیں بھیگا۔

۳۔ ایک دفعہ ایک مرید کے ساتھ جنگل میں سفر کر رہے تھے کہ ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔ آپ نے مرید کا ہاتھ پکڑا اور ہوا میں اوپر چلے گئے۔ سفر جاری رکھا۔ حتیٰ کہ بیشمار مخلوق نے آپ کو، اپنے مرید کے ساتھ پرواز کرتے دیکھا۔

شیخ طیّبؒ رحمۃ اللہ علیہ

شیخ ابراھیم کے چار فرزند تھے۔ ان سب میں شیخ طیّب اپنے والدِ بزرگوار کے جانشین بنے۔ نہایت زاھد، عابد اور متوکل ولی اللہ تھے۔ دولت اور دکھاوے کے کاموں سے دور اور بیزار رہتے تھے۔

آپ فرماتے تھے کہ

: کسی کا محتاج نہ ہونا ہی سب سے بڑی نعمت ہے۔

"لطیفۃ التحقیق" کے مصنف نے آپ کی ایک کرامات کا ذکر کیا ہے۔ جو خود صاحب کتاب سے وابستہ ہے۔

کہتے ہیں ایک مرتبہ میں نے بارانی فصل کاشت کی، تو بارش بالکل نہیں ہوئی۔ حتیٰ کہ ساری فصل خشک ہو گئی۔ میں شیخ طیّب کے پاس گیا۔ اور سارا ماجرا بیان کیا۔

آپ نے فرمایا، کہ بھئی تم سیّد زادے ہو، اور قادری سلسلہ سے تعلق رکھتے ہو، میری

بات کیسے مانوگے؟" میں نے عرض کیا، کہ میں اس امتیاز کو نہیں مانتا، اور اب میں بزرگوں کا عقیدت مند ہوں۔

آپ نے مجھے حکم دیا کہ فصل کے درمیان کھڑے ہوکر، سات مرتبہ صدق دل سے یہ کہو کر،،

"شیخ طیب اونٹ کا دودھ مانگتا ہے۔"

مجھے اس حکم پر تعجب تو ہوا، لیکن حسب الارشاد میں نے ایسا ہی کیا۔ تین دن ایسا کرتا رہا، خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ زبردست بارشیں ہوئیں اور فصلیں لہلہا گئیں۔

میں حضرت شیخ کی خدمت میں "شکریے" کے لیئے حاضر ہوا، اور عرض کیا کہ، اونٹ کے دودھ سے بارش کا کیا تعلق؟

آپ نے فرمایا، "سید! قرآن میں یہ آیت نہیں؟ "افلا ینظرون الی الابل کیف خلقت" ابل عربی میں اونٹ کو بھی کہتے ہیں، اور بادل کو بھی۔ بارش بادل کا دودھ ہے۔ اور اسی کی دعا کی گئی، جسے حق تعالیٰ نے قبول فرمایا۔

شیخ حاجی عبداللطیفؒ

سہروردی سلسلہ سے نقشبندی سلسلہ میں داخلہ

شیخ طیب کے فرزند شیخ عبداللطیف ان کے مجاز ہوئے۔ شیخ عبداللطیف جنہیں شیخ حاجی بھی کہا جاتا ہے، علم و عمل کے پیکر تھے۔

آپ تعلیم کی غرض سے قدیم لواری سے ٹھٹھہ نگر چلے گئے۔ اور وہاں فیض اللہ بن مخدوم آدم نقشبندی کی بیعت کرکے نقشبندی سلسلہ میں داخل ہو گئے۔ لبعد میں آپ نے شیخ ابوالقاسم سے فیض حاصل کیا۔ شیخ عبداللطیف عاجزی اور انکساری کا "نمونہ تھے۔

لطیفۃ التحقیق کے مصنف نے ایک واقعہ لکھا ہے، کہ ایک بار، ہالا کے مخدوموں میں سے ایک صاحب بطور مہمان تشریف لائے۔ آپ انکی تواضع اور خدمت میں بروقت لگے رہے۔ میں نے ایک بار پوچھا کہ نسبی لحاظ سے آپ اور ہالہ کے مخدوم برابر ہیں، پھر اتنا ادب احترام کیوں؟۔ آپ نے فرمایا، ہمارے بزرگوں کے مرشد شیخ یمانی ان مخدوموں کے بزرگوں سے بیعت تھے۔ چنانچہ ہالا کے مخدوم ایک اعتبار سے ہمارے مرشد زادے ہیں۔!

" اور استاد زادے ہیں۔ اسی لیئے میں نے انکا غیر معمولی ادب و احترام کیا"۔
شیخ حاجی عبداللطیف سے بھی کئی کرامات منسوب ہیں۔
۱۔ ایک بڑے خاندان کی خاندان کی خاتون پر جن کا اثر ہوگیا۔ جن رات دن عورت پر آنے لگا۔ اس کے اہل خانہ بہت پریشان ہوتے کئی عامل بلائے۔ لیکن جن کسی کے قابو میں نہیں آیا حتیٰ کہ ایک مشہور عامل اس کوشش میں مرگیا۔
عورت کے خاندان والے، حضرت شیخ حاجی کی خدمت میں اس عورت کو لائے۔ جیسے ہی عورت شیخ صاحب کے سامنے آئی، جن نے فریاد وزاری شروع کردی۔ اور کہا کہ "میں تو آپ کا ادنیٰ چاکر ہوں، جو حکم فرمائیں، میں وہی کرونگا"۔ آپ نے جن سے وعدہ لیا کہ آئندہ اس عورت کے پاس نہ آنا۔ چنانچہ جن چلاگیا، اور اس عورت کو اس سے نجات مل گئی۔
۲۔ ایک جادوگر جو اپنے فن میں ماہر تھا۔ اکثر حسین خواتین کو جادو کے ذریعہ خراب کرتا رہتا تھا۔ ایک بار اس نے ایک درویش کی لڑکی پر جادو چلایا۔ لڑکی اس کی طرف بھاگ کر جانے لگی۔ درویش کو معلوم ہوا تو راستہ سے لڑکی کو پکڑ کر واپس لایا، اور جادوگر کے لیئے بددعا کی، بددعا کے اثر سے جادوگر ایک سخت موذی مرض میں گرفتار ہوگیا۔ اس نے درویش کے پاس جاکر عاجزی کے ساتھ معافی مانگی، اور اپنی صحت کے لیئے طالب ہوا۔ درویش نے کہا، قضا کا حکم چل چکا ہے۔ اور اب بات میرے بس سے باہر ہے۔ جادوگر ناامید ہوا، اور سخت اذیت میں مبتلا رہا۔ آخر کار حضرت شیخ حاجی کی خدمت میں آیا، تمام گناہوں سے توبہ پیش کی، اور رحم کا طالب ہوا۔
آپ نے نظرِ کرم فرمائی، جادوگر تندرست ہوگیا، اور ساری عمر کے لیئے حلقہ بگوش بن گیا۔
حاجی صاحب کا وصال غالباً ۱۱۴۵ ھجری مطابق ۱۷۳۶ عیسوی میں ہوا، آپ کا مزار قدیم لواری میں ہے شیخ حاجی صاحب کے تین حرم تھے۔ پہلے حرم سے تین فرزند ہوئے، دوسرے حرم سے دو صاحبزادیاں تولد ہوئیں، تیسری حرم سے جو عبدالسلام درس کی صاحبزادی تھیں، اس مشہور زمانہ ہستی نے جنم لیا، جسے دنیا سلطان الاولیا خواجہ محمد زماں کلاں کے نام سے یاد کرتی ہے۔ دنیا میں آپکی آمد سے متعلق بہت سی پیشین گوئیاں کی جاچکی تھیں۔
واقعہ ہے کہ تقریباً چار سو سال قبل حضرت بہاؤالدین نقشبندیؒ اس راستے سے گذرے

تو انہوں نے رک کر کہا کہ "یہاں ایک عظیم صاحب کرامت پیدا ہوگا"۔

سلطان الاولیا خواجہ محمد زمان کلاں قدس سرہ

پیشین گوئیاں

۱۔ مولانا مخدوم آدم ٹھٹھوی نے حضرت خواجہ عروۃ الوثقیٰ محمد معصوم، جانشین حضرت مجدد الف ثانی کے حکم سے ننگر ٹھٹھہ میں ایک بڑی خانقاہ تعمیر کرائی تھی۔

۲۔ ایک دن مخدوم صاحب نے مریدوں کی ایک مجلس میں ارشاد فرمایا کہ "جلد ہی ایک دیہاتی اس خانقاہ میں آکر تعلیم و تربیت حاصل کرے گا، جس کی ذات میں نقشبندی سلسلہ کی تمام خصوصیات اپنے کمال پر پہنچ جائیں گی"۔

۳۔ ایک بار شیخ فیض اللہ سرہند تشریف لے جانے لگے۔ تمام مریدوں اور دوستوں نے بھی چلنے کی تیاری کر لی۔ شیخ حاجی بھی ساتھ ہو لیے، ذرا دور گئے تھے تو شیخ فیض اللہ نے شیخ حاجی سے کہا کہ "خانقاہ تو بالکل خالی ہو گئی ہے۔ اگر آپ واپس خانقاہ جاکر اسے آباد رکھیں تو ہم سرہند پہنچ کر خواجہ سرہندی سے آپ کی سفارش کریں گے۔
شیخ حاجی نے مرشد کا حکم سر اور آنکھوں پر رکھا۔ اور خانقاہ واپس تشریف لے آئے۔

جماعت جب سرہند سے واپس آئی تو شیخ فیض اللہ نے حضرتِ حاجی صاحب سے کہا کہ "ہم نے حضرتِ خواجہ سے آپ کا ذکر کیا۔ حضرت خواجہ نے فرمایا کہ شیخ حاجی سلوک کی صحیح راہ پر گامزن ہیں، اور جتنی ترقی انہوں نے کی کافی ہے، اللہ انکی پشت سے ایک فرزند ارجمند پیدا کرے گا جسمیں ہمارے نقش بندی سلسلے کے تمام انوار و برکات موجود ہوں گے"۔

۴۔ مخدوم آدم کے خلیفہ شیخ ابوالقاسم بن ابراہیم ایک بار نیم کے ایک بڑے درخت

کے سایہ میں اپنے رفقاء کے ساتھ آرام فرما تھے ۔ اس وقت شیخ حاجی عبداللطیف اور مولانا عبدالسلام بھی وہاں موجود تھے ۔ نیم کا درخت بہت بلند اور پھیلا ہوا تھا، اور سرسبز و شاداب ہو رہا تھا ۔ اچانک مختلف قسم کے پرندے درخت پر جمع ہونا شروع ہو گئے ۔ اور اپنی خوش کن آوازوں سے چہچہانے لگے ۔ سب کی توجہ اس طرف ہو گئی ۔ اچانک شیخ ابوالقاسم نے شیخ حاجی صاحب کی طرف دیکھ کر فرمایا کہ "آپ سب میں سے ایک مرد جلد ہی ایسا کمال حاصل کرے گا کہ اس کے چاروں طرف بھی طالبوں کا ایسا ہی ہجوم ہو جائے گا، جیسے یہ پرندے اس درخت پر جمع ہو گئے ہیں ۔
پھر شیخ حاجی سے مخاطب ہو کر فرمایا ۔ وہ مرد آپ کی صلب میں سمایا ہوا ہے "
مولانا عبدالسلام نے جب یہ بات سنی تو اسی جگہ پر اپنی صاحبزادی کا نکاح حضرت شیخ حاجی سے فرما دیا ۔ تاکہ اس عظیم انسان کی ولادت کا شرف انکی بیٹی کو حاصل ہو جائے

۵ ۔ ایک مجذوب جنکا نام وتائے تھا ۔ شیخ فیض اللہ کی خانقاہ میں رہتے تھے ۔ اکثر اوقات مریدوں کو برا بھلا کہتے رہتے تھے ۔ اور بعض اوقات لاتیں مار دیتے
ایک دن اچانک وہ شیخ حاجی کی پیٹھ کو بوسے دینے لگے ۔ لوگوں نے حیران ہو کر پوچھا کہ خلاف معمول مجذوب وتائے ایسا کیوں کر رہے ہیں ۔
مجذوب نے جواب دیا کہ میں پیٹھ کو نہیں چوم رہا بلکہ اس نور کو چوم رہا ہوں جو اس پیٹھ سے جھلک رہا ہے ۔

ولادت

آخر کار ۲۱ رمضان المبارک ۱۱۲۵ ہجری (۱۷۱۳ء) کو حضرت شیخ حاجی صاحب کی تیسری اہلیہ دختر مولانا عبدالسلام، کی گود ہری ہوئی ۔ اور وہ صاحب کمال تولد ہوا، جس کا انتظار کیا جا رہا تھا، اور جس کے لیئے پیشین گوئیاں ہوتی چلی آرہی تھیں ۔
آپ کا نام محمد زمان رکھا گیا ۔

عہد طفولیت آپ نے بالکل صغر سنی میں والد محترم سے قرآن شریف ختم کر لیا ۔ آپ کے سوتیلے بھائی آپکی غیر معمولی شخصیت

اور بڑوں کی آپ پر شفقت دیکھ کر حسد کرنے لگے۔ حتیٰ کہ والد محترم کے ساتھ بھی گستاخی سے پیش آنے لگے۔

ایک بار آپ کے والد کسی سلسلے میں سفر پر گئے۔ اس غیر حاضری سے فائدہ اٹھا کر، آپ کے سوتیلے بھائیوں نے آپ کو ہلاک کرنے کا منصوبہ بنایا۔ آپ کو معلوم ہوگیا، اور آپ اسی چھوٹی سی عمر میں گھر سے نکل پڑے، اور جنگل میں تنہا سفر کرتے ہوئے ننگر ٹھٹھہ جا پہنچے۔ اور مولانا محمد صادق کے مدرسہ میں داخلہ لے کر پڑھنا شروع کردیا۔

آپ روزانہ مدرسہ جاتے ہوئے، خانقاہ مخدوم کے پاس سے گذرتے تھے۔ ایک دن جب آپ خانقاہ کے پاس سے گذر رہے تھے کہ خواجہ محمد مظہر ٹھٹھوی عرف ابوالمساکین کی نظر آپ پر پڑی اور آپ نے اس بچے کی پیشانی پر وہ نورِ طریقت دیکھ لیا، جس کی پیش گوئی کئی بزرگ کر چکے تھے۔ خواجہ نے فوراً آپ کو اپنے پاس بلایا، اور پھر خانقاہ میں ہی قیام کا بندوبست کردیا۔ تاہم محمد زمان علوم ظاہری کی تکمیل کی طرف ہی متوجہ رہے۔ ہرچند کہ خواجہ ابوالمساکین آپ کو ارشاد و طریقت کی طرف مائل کرنے کی کوشش فرماتے تھے

راہِ طریقت میں

پھر ایسا ہوا کہ ایک وقت خواجہ ابوالمساکین کی محبت و کوشش رنگ لائی، اور آپ علوم ظاہری کی رسمی تکمیل جو قریب الختم تھی دفعتاً دست بردار ہوکر خواجہ ابوالمساکین کے ارشاد و سلوک کی طرف راغب ہو گئے۔ بیعت فرمائی اور طریقت کی راہ اختیار کرلی۔

خود ایک بار فرمایا کہ

جس دن میرے دل میں حق کی محبت کا شعلہ روشن ہوا، درسی کتابوں میں میرے لیئے کوئی لطف و دلکشی باقی نہیں رہی۔ لیکن اول میں نے چاہا کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہو۔ چنانچہ ظاہری طور پر کتابیں لیتا اور مدرسہ چلا جاتا۔ لیکن جب وہاں سے فارغ ہوکر آتا کتابیں ایک طرف ڈال دیتا، اور مراقبہ میں مشغول ہوجاتا۔ یہاں تک کہ خواجہ ابوالمساکین نے مجھے اجازت دی، اور پھر پورا وقت صرف خانقاہ میں بسر کرنے لگا۔ ہرچند کہ میرے اس تغیر حال سے میرے استادوں اور مدرسہ کے ساتھیوں کو دکھ ہوا۔ وہ کہتے کہ دیکھو! خواجہ ابوالمساکین نے کیسا ذہین اور پُر امید نوجوان کو

جھٹکا دیا؟

مُرید سے مُرشد کے مقام تک

بہرحال، اب آپ نے نہ صرف مدرسہ ہی چھوڑ دیا، بلکہ ہر طرف سے قطع تعلق کر کے رات دن مراقبہ اور منازلِ سلوک طے کرنے میں گذارنے لگے۔ خواجہ ابوالمساکین بھی برابر اپنی توجہ صرف کرتے رہے۔
۶ ماہ کی مکمل ریاضت اور خواجہ ابوالمساکین کی توجہ کے بعد وہ وقت آگیا جب آپکو خواجہ ابوالمساکین نے اپنی مسندِ ارشاد پر بیٹھنے کے لیئے کہا۔

یہ سنتے ہی آپ حیران ہو گئے۔ اور دست بستہ عرض کیا کہ" میں ابھی آپکی توجہ کا محتاج، اور اس گراں بار ذمہ داری کے اٹھانے کا اہل نہیں ہوں۔ مریدوں کو کس طرح توجہ دے سکتا ہوں"؟

خواجہ ابوالمساکین نے فرمایا کہ" امرِالٰہی یہ ہی ہے۔ اور اب آپ کا قلب وہ مقام حاصل کر چکا ہے کہ اگر آپ پتھر پر بھی توجہ فرمائینگے تو وہ پانی ہو جائیگا"۔

چنانچہ ایک دن بھری کچہری میں خواجہ ابوالمساکین نے خواجہ محمد زماں کلاں کو اپنی مسند پر بٹھایا، دستار باندھی، اور اپنے ہاتھوں سے آپکی نعلین سیدھی کر کے تمام حاضرین سے کہا کہ "وہ آپ کے قدموں میں جھک کر بیعت کریں۔ آج سے یہ ہی آپ سب کے مرشد ہیں۔ جو ہمارا ہے وہ ان کے پاس رہیگا، اور جو ان سے انحراف کرے گا وہ ہمارا نہیں رہے گا۔ یہ قطب وقت بھی ہیں، اس وقت ان جیسا ولیٔ کامل روئے زمین پر موجود نہیں ہے"۔

پھر خواجہ ابوالمساکین نے آپ کا ہاتھ لے کر آپ سے دعا کرائی۔

اس دن سے خواجہ نے پیری اور مرشدی ترک کردی۔ خانقاہ میں بھی صرف گاہے لگاہے آتے سارا وقت حجرے میں ہی گذارتے۔ البتہ جمعہ کے دن باہر آتے اور کبھی کبھی" مکلی" زیارت کے لیئے جاتے۔

پارس پتھر

ایک دفعہ زیارت سے واپس آرہے تھے، آپ ہمراہ تھے۔ راستہ میں ایک پتھر کا ٹکڑا نظر پڑا، حضرت خواجہ نے آپ سے کہا کہ اسے اٹھا لیجئے۔ آپ نے اٹھالیا، حضرتِ خواجہ نے پتھر لے کر رکاب سے رگڑا، تو رکاب سونے کی ہوگئی۔ خواجہ نے فرمایا کہ یہ پارس پتھر ہے آپ اسے سنبھال کر رکھیں، تاکہ وقتِ ضرورت کام آتا رہے۔ آپ نے (خواجہ محمد زماں نے) عرض کیا کہ یہ پتھر آپ ہی کے پاس

رہے تو بہتر ہے۔"
خواجہ نے کہا کہ "ہمیں اس کی حاجت نہیں" اس پر آپ نے بھی عرض کیا "جو چیز آپ کو منظور نہیں وہ ہمیں بھی منظور نہیں ہو سکتی" اور پھر آپ نے پارس پتھر کو نہر میں پھینک دیا۔
کہتے ہیں کہ فتح علی خان تالپور کے دورِ حکومت میں ایک دھوبی اسی نہر پر کپڑے دھو رہا تھا کپڑے کوٹنے کا ڈنڈا، جس کے سرے پر لوہے کا خول چڑھا ہوا تھا نہر میں گر گیا۔ اس نے جب ڈنڈا باہر نکالا تو لوہے کا خول سونے کا ہو چکا تھا۔ بڑا حیران ہوا۔ غوطہ لگا کر اس پتھر کو نکال لایا، جس سے ڈنڈا ٹکرایا تھا، اور پتھر کو کپڑوں کے گٹھڑ پر رکھ دیا۔ دفعتاً شدید طوفان آیا۔ سارے کپڑے اڑ گئے، جس کے ساتھ وہ پارس پتھر بھی غائب ہو گیا۔

علماء ظاہر پرست کی مخالفت

حضرت خواجہ محمد زمان کلاں کے سجادہ نشین بنائے جانے کی خبر جلد ہی تمام اطراف میں پھیل گئی۔ لبعض ظاہر پرستوں کو اس سے شدید حسد پیدا ہوا۔ یہ لوگ خواجہ ابوالمساکین کی خدمت میں آئے، اور کہا کہ "اس نوجوان کے سر پر آپ نے کس طرح دستارِ سجادہ نشینی رکھدی جبکہ اس نے ریاضت اور سلوک کے بہت سے مقامات ہی طے نہیں کیے ہیں۔"
خواجہ ابوالمساکین نے جواب دیا کہ "اس معاملہ کا تعلق اللہ کے فضل سے ہے، محض کسب کا اس میں دخل نہیں ہے۔ وہ جسے چاہے نواز دے۔ ہم اس میں کیا کر سکتے ہیں۔"
خواجہ ابوالمساکین کے رشتہ داروں نے بھی دباؤ ڈالا کہ مسند خاندان کے اندر ہی رہنا چاہیئے۔ ایک اجنبی اور دیہاتی کو یہ منصب دے دینا، اپنے خاندان کے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں ہے۔
خواجہ ابوالمساکین نے جواب دیا کہ "خدا کی مرضی میں میرا اور آپ کا کوئی دخل نہیں ہے۔ اللہ جسے چاہتا ہے، منتخب فرماتا ہے۔"

سرہندی شیخ کی تائید

سرہند کے ایک خلیفہ میاں عبدالرشید ان دنوں حج پر جانے کے لیے ٹھٹھہ تشریف لائے۔ جب خواجہ ابوالمساکین کو پتہ چلا تو سلطان الاولیاءؒ کی معرفت میاں صاحب کو خانقاہ میں دعوت دی۔ میاں عبدالرشید خانقاہ تشریف لائے اور منجملہ اور باتوں کے آپ نے چاہا

کہ سلطان الاولیاءؒ کو بھی توجہ دیں، سلطان الاولیاءؒ نے عرض کیا کہ "مجھے صرف آپکی دُعا کی ضرورت ہے"۔ میاں صاحب نے حقیقت سمجھ لی۔ اور فرمایا کہ "بیشک آپکو ہماری توجہ کی ضرورت نہیں ہے، آپ خود شیخِ وقت ہیں"۔

خواجہ ابوالمساکین کے رشتہ داروں نے میاں عبدالرشید سے گذارش کی کہ خواجہ صاحب کو روکیں کہ خاندانی مسند، خاندان سے باہر نہ دیں۔ میاں صاحب نے خواجہ صاحب سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے کہا استخارہ کر کے دیکھیں۔ میاں صاحب نے استخارہ فرمایا تو کہا کہ آپ کا فیصلہ صحیح ہے۔ سلطان الاولیاءؒ ہی آپ کی مسند کے مستحق ہیں۔

خلیل الرحمان کا لقب

میاں عبدالرشید اور خواجہ ابوالمساکین، دونوں جب حج کے لیئے روانہ ہونے لگے تو لاہوری بندر پر پہنچ کر سلطان الاولیاءؒ کو بلایا۔ میاں صاحب نے آپکو خلیل الرحمان کا لقب دیا، لیکن فرمایا کہ "محمد زمان" نام ہی تمام ناموں میں بہتر ہے۔ یہی ان کا "لقب" بھی ہے۔

خواجہ کی سفرِ حج سے واپسی اور پھر ہجرت

دو سال بعد خواجہ ابوالمساکین سفرِ حج سے واپس تشریف لائے۔ حسبِ معمول جامع مسجد میں ظہر کی نماز ادا کرنے گئے۔ لیکن نماز کے بعد وہاں ٹھہرے نہیں، حالانکہ متبعین کا جمِ غفیر وہاں جمع تھا۔ اور منتظر تھا کہ آپ سب کو توجہ دیں گے اور سب کی تعظیم قبول فرمائینگے۔

سلطان الاولیاءؒ نے نعلین پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ "مریدین حاضر ہیں" اور آپکی توجہ کے منتظر ہیں۔ خواجہ نے جواب دیا کہ "اب آپ ہی اس کام کے لیئے مقرر ہیں"۔ نیز فرمایا کہ "حرمین شریفین سے ہماری واپسی اہلِ خاندان کے لیئے نہیں ہے، بلکہ آپ کی صرف مزید تربیت کے لیئے ہے کہ فقر کے چند مشکل ترین مقامات سے آپ گذر جائیں"۔

فرمایا کہ "آپ اب اس مقام سے گذر رہے ہیں، جہاں تک صرف حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت بایزید بسطامیؒ پہنچے تھے اور وصال فرما گئے تھے۔ لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ آپ اس مقام کے دورِ کمال پر فائز ہونگے"۔ مزید فرمایا کہ "فقر ایک مسافر ہے، اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خاص میراث ہے"۔

احقر' بایزید سے خواجہ نقشبند' تک پہنچا، اور وہاں سے سرہند آیا، اور اب آپ کا مہمان ہے

خواجہ کی وصیّت

خواجہ ابوالمساکین نے آپکو وصیت فرمائی:

اپنے دل کو ہمیشہ شاد و آباد رکھنا۔

تدبیر و اسباب ترک کرکے اپنے تمام کام اللہ کریم کے حوالے کردینا۔

رزق کمانے کے لیئے ہرگز سرگرداں نہ ہونا، رزق آپ تک خود بخود پہنچے گا، ہماری توجہ ہمیشہ آپ کے شاملِ حال رہیگی۔

خواجہ ابوالمساکین نے اپنے صادق مریدوں کو بھی یہی وصیت کی کہ خواجہ محمّد زمان کی دل و جان سے اطاعت کرنا، اس لیئے کہ جب تک یہ یہاں رہیں گے اس شہر کو کوئی خطرہ لاحق نہیں ہوگا۔ اور اگر یہ ناخوش ہوکر کہیں چلے گئے تو ٹھٹھہ شہر تباہ و برباد ہوجائیگا۔

یہ وصیّتیں فرماکر، خواجہ ابوالمساکین نے مع اہل وعیال مکہ شریف ہجرت کرجانے کی تیاریاں شروع کردیں۔

مکہ مکرمہ پہنچ کر بھی حضرت خواجہ نے سلطان الاولیاء سے رابطہ رکھا۔ اور سلطان الاولیاء ہمیشہ آپ کے علماء اور ہدایا کے منتظر رہتے۔

ٹھٹھہ سے نقل مکانی اور لواری میں سکونت

خواجہ ابوالمساکین کے چلے جانے کے بعد کئی سال تک آپ نے ٹھٹھہ میں طریقت کا عرفان کا چراغ روشن رکھا۔ اور عوام تک بیکراں فیض پہنچایا۔ مخدوم ضیاءالدین جیسے بڑے عالم آپ کے حلقۂ مریداں میں، شامل ہوگئے۔ تاہم شہر کے ظاہر پرست مولویوں کی ایک جماعت آپکی مخالف اور درپۂ آزار رہی۔ حتیٰ کہ مخالفت حد سے بڑھ گئی اور فتنہ وفساد کا خطرہ پیدا ہوگیا۔

چنانچہ آپ نے ٹھٹھہ کی سکونت ترک کردی، اور لواری منتقل ہوگئے۔

والدِ بزرگوار جب آپ لواری آگئے تو آپ کے والد بزرگوار نے مسند ارشاد، ترک کرکے بالکل گوشہ نشینی اختیار کرلی۔ اگر کوئی طالب،

ان کے پاس آتا، تو آپ اسے آپ (خواجہ محمد زمان کلاں) کے پاس بھیج دیتے

ایک درویش خدامست کی شہادت

لواری میں ایک مرد درویش رہا کرتا تھا۔ اس کی باطنی قوت کا یہ عالم تھا کہ دور دراز تک کے واقعات اس کی نظروں میں آجاتے تھے۔

چنانچہ جب آپ اپنے والد کے ہمراہ کچھ کے علاقے میں شیخ ابراھیم کے مزار پر زیارت کے لیئے گئے، تو یہ درویش بھی وہاں پہنچ گیا۔ جب اس سے پوچھا گیا کہ اسے کیسے معلوم ہوا کہ آپ شیخ ابراہیم کے مزار پر آنے والے ہیں، تو اس نے بتایا کہ آپ کے سر پر ہمیشہ ایک نورانی بادل سایہ فگن رہتا ہے۔ جسے میری باطنی آنکھیں دیکھتی رہتی ہیں۔ اس بادل کی رہنمائی نے ہی مجھے یہاں تک پہنچا دیا۔

اس درویش کا ایک اور واقعہ ہے کہ ایک بار آپ مکلی (ضلع ٹھٹھہ) زیارت کے لیئے گئے یہ درویش بھی وہاں جا پہنچا۔ مکلی کے قیام کے دوران لواری سے ایک مسافر آیا، اور اس نے ذکر کیا کہ لواری میں ایک مردِ بزرگ نے وفات پائی ہے۔ آپ کو وسوسہ ہوا کہ شاید والدِ بزرگوار وفات پا گئے ہیں۔ آپ ابھی اس مسافر سے مزید احوال معلوم کر رہے تھے کہ اس درویش نے بلند آواز سے کہا کہ "میں نے ساری لواری چھان ماری ہے۔ لواری میں صرف ۱۸ مسجدیں" ہیں، ان سب کو بھی دیکھا ہے، صرف ایک شخص نے جو فلاں مسجد کے امام تھے وفات پائی ہے۔ اور آپ کے والدِ بزرگوار سلامت ہیں۔"

آپ کے والدِ بزرگوار نے ۱۱۴۹ھ (۱۷۳۶ء) میں اس دنیا سے رحلت فرمائی۔

نئی لواری میں نقلِ مکانی

لواری کا شہر سیم کی وجہ سے تباہ ہو رہا تھا۔ اور وہاں کے باشندے دوسرے مقامات کی طرف منتقل ہو رہے تھے۔ لیکن جب تک آپ کے والد حیات رہے، آپ نے قدیم لواری کو نہیں چھوڑا۔

والد کی وفات کے ایک سال بعد ۱۱۵۰ھ (۱۷۳۷ء) میں آپ نے قدیم شہر سے

ذرا فاصلہ پر نئی بستی آباد کی اور اس کا نام بھی لواری ہی رکھا۔

رشد و ہدایت کا سلسلہ:

اسی سال ہی آپکی مسند نشینی کا جلوس منعقد ہوا، اب آپ نے گوشہ نشینی ترک کر کے خلق کی ہدایت میں سرگرمی شروع کردی۔ طالبین کا اژدھام ہونے لگا۔ ہر وقت چارسو، پانچ سو کی تعداد میں لوگ جمع رہنے لگے، اور بعض اوقات یہ تعداد تین، چار ہزار تک پہنچ جاتی

ہاں کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا کہ آپ کئی کئی دن خلوت میں رہتے اور حجرہ سے باہر نہ آتے۔ تاہم طالبین کو مایوس نہیں فرماتے ان پر خلوت سے بھی توجہ جاری رکھتے۔

شاہ عبداللطیف بھٹائی سے ملاقات

آپ کی فیض رسانی کی شہرت اتنی دور تک پھیل گئی کہ سندھ اور ہند کے اکثر پیر و مشائخ کو آپ سے ملنے کی طلب پیدا ہوئی

چنانچہ ایک بار سندھ کے مشہور صوفی شاعر شاہ عبداللطیف بھٹائی، بھٹ شاہ سے بنفسِ نفیس لواری تشریف لائے۔

شاہ صاحب نے ایک خادم کو اطلاع کے لیئے بھیجا۔ آپ نے خادم سے کہا کہ سید صاحب سے کہو کہ آپ ابھی آرام کریں، ہم خود آپ کے استقبال کے لیئے حاضر ہوتے ہیں۔

سید صاحب نے خادم سے پوچھا کہ "خواجہ صاحب اس وقت کس کام میں مصروف ہیں"

خادم نے کہا کہ خاموش بیٹھے تھے۔ سید صاحب نے فرمایا کہ خدا معلوم اس انہماک سے وہ کب فارغ ہوں، چلو ہم خود چلتے ہیں۔

شاہ عبداللطیف خواجہ صاحب کی خدمت میں پہنچ گئے۔ اور شاعرانہ رمز کے ساتھ فرمایا۔

"راہی سفر کو چل دیئے، منزل کہاں، کس کو پتہ
گرداں ہے جن کی غم، جیوں میں کس طرح، آنکھے سوا!

آپ نے جواب میں فرمایا۔

کچھ نہیں، کچھ نہیں، کچھ نہیں کا ورد کر
خنجرِ لا، سے تعلقاتِ جہاں کو قطع کر
پھر تجھے سمجھائیں گے وہ رازِ دلبر سربسر

سید صاحب نے پھر کہا

زہے نصیب قلم نے جو لوح پر لکھا
سکھی، یہ میرے مقدر میں ہوگیا اچھا۔
نوشتہ ہے وہ مرے اختیار سے بالا
کروں میں کس سے فریاد، کس پہ ہو دعوی
کہ جو ہوا مرے محبوب نے ہی مجھ سے کیا

آپ نے جواباً کہا کہ

بیٹھ ان کی بزم میں جو کاتبِ تقدیر ہیں
چاہیں تو پہلا لکھا بدل کے دیگر کہہ سکیں
ہوسکے دیدارِ جاناں کسطرح تجھ کو نصیب
عین ممکن ہے کہ کوئی ایسی ہی تعلیم دیں۔

نوٹ:۔ اشعار کا ترجمہ سندھی سے ہے۔

شاعرانہ اشاروں اور کنایوں کی گفتگو کے بعد، شاہ عبداللطیف بھٹائی نے براہِ راست سوال کیا کہ

فنا کے بعد کیا ہے؟

آپ نے فرمایا

فنا سے پہلے کیا ہے؟

یہ سنتے ہی شاہ صاحب نے اپنے اس ارادہ کا اظہار کیا کہ آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنا چاہتا ہوں خواجہ صاحب نے فرمایا کہ ہمارے مسلک میں سماع مزامیر کے ساتھ قطعی حرام ہے۔

شاہ صاحب نے معذرت کی کہ ساری عمر اسی شغل میں گذری ہے، اسے ترک کرنا میرے لیئے محال ہے۔

بعد ازاں دونوں بزرگوں کے درمیان طویل راز و نیاز کی مجلس جاری رہی۔

حتیٰ کہ شاہ صاحب نے رخصت کی اجازت طلب کی۔
آپ نے خلافت کی چادر شاہ صاحب پر ڈال دی۔
بتایا جاتا ہے کہ آپ نے (شاہ صاحب نے) کہ میرا کفن اسی چادر سے ہی بنانا۔ چنانچہ ایسے ہی کیا گیا' چادر کا بقیہ حصہ آپ کے تابوت پر ڈالا گیا، اور بعد میں قبر پر بچھا دیا گیا۔
آپ سے رخصت ہونے کے بعد شاہ عبداللطیف بھٹائی اکثر یہ شعر آپکے ذکر کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔

ان کو دیکھا ہے میں نے اے مادر
ہے میسر جنہیں وصالِ حبیب
نہیں میری زباں میں تابِ سخن
کر سکوں جو بیانِ ذکر عجیب

(سندھی سے ترجمہ)

خُلفاءِ خاص

آپکی توجہ نے بیشمار افراد کو کمال کی منزل تک پہنچایا۔ ان میں سے چار حضرات کو آپ نے بطور خاص اپنا خلیفہ مقرر کیا۔ یہ چار حضرات یہ ہیں۔

(۱) جناب عبدالرحیم گرھوڑی (۲) جناب شیخ ابوطالب المکی
(۳) جناب حافظ ہدایت اللہ (۴) شیخ حاجی محمد صالح کھڈاہی

ان چاروں حضرات کا مختصر تذکرہ ذیل میں ملاحظہ فرمائیے۔

شیخ عبدالرحیم گرھوڑی

شیخ عبدالرحیم ضلع میرپور خاص کے ایک گاؤں "گرھوڑ" کے رہنے والے تھے، علوم ظاہر میں طاق اور بے نظیر تھے۔ آپکو مناظرے اور مباحثے کا بڑا شوق تھا، جہاد میں شہید ہونے کے بڑے آرزومند رہتے تھے۔ صوفیاء اور فقراء سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے تھے، حضرت خواجہ محمد زماں کلاں کے بارے میں بھی انکی رائے اچھی نہیں تھی۔ ایک بار آپ کا ایک

درویش شیخ صاحب کے گاؤں سے گذرا، اور شیخ صاحب کے پاس مقیم ہوا۔ شیخ صاحب نے ازراہِ مزاح درویش سے کہا کہ "جب اپنے پیر کے پاس جاؤ تو میری طرف سے پوچھنا کہ، معراج پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے خاص تھی یا دوسروں کے لیئے بھی ہے؟"

درویش لواری پہنچا، اور چند دن آپکی خدمت میں رہ کر رخصت طلب کی تو آپ نے درویش سے کہا کہ "گرھوڑ کے شیخ نے تمکو جو پیغام دیا تھا، وہ تو تم نے ابھی تک مجھے نہیں بتایا۔"

درویش حیران ہوا اور واقعہ عرض کیا۔

آپ نے کہا کہ "شیخ سے کہنا کہ بغداد کے دریا پر جو پل خلیفۂ وقت نے بنوایا تھا اگرچہ وہ خاص خلیفہ کے لیئے تھا، لیکن اس پل پر سے خاص و عام آج تک گذرتے ہیں۔"

بالکل اسی طرح معراج خاص پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے لیئے تھی، لیکن آپؐ کے پیروکار بھی اس راہ سے گذر سکتے ہیں، مگر صرف آپ کے توسط سے۔"

شیخ کو جب آپ کا یہ جواب پہنچا تو اس کی آنکھیں کھل گئیں۔ اور اسی دن سے وہ آپ کے حلقۂ خاص میں داخل ہو گیا۔

شیخ عبدالرحیم آپ کی توجہ سے ولئ کامل بن گئے۔

جب میر بجار خان تالپور نے کلھوڑا حکمرانوں کے بڑھتے ہوئے ظلم و ستم کا مقابلہ کرنے کے لیئے منصوبہ بنایا تو دعا کے لیئے شیخ عبدالرحیم کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔

شیخ نے کہا کہ "آپ کے خاندان میں حکومت کئی پشتوں تک چلے گی، مگر شرط یہ ہے کہ اہلِ دین کے ساتھ اچھا سلوک ہو اور بے دین لوگوں کو بے اثر بنایا جائے۔"

بالآخر تالپوروں کو فتح حاصل ہوئی۔ اور سندھ پر انکی حکمرانی قائم ہوئی۔ اور یہ حکمرانی اس وقت تک قائم رہی جب تک تالپور حکمران اہلِ دین سے وابستہ رہے۔

شیخ عبدالرحیم کی وفات بھی حق و باطل کے ایک معرکہ میں ہوئی۔

گرھوڑ سے تیس کوس کے فاصلہ پر ریگستان میں کفار نے ایک بت خانہ تعمیر کیا تھا۔ جہاں ہر طرح کے مشرکانہ اور فاسقانہ افعال انجام پاتے تھے، اور خلقِ خدا کی گمراہی کا باعث ہو رہے تھے،،، شیخ عبدالرحیم نے مجاہدوں کا لشکر تیار کیا۔ اور بت خانہ پر پہنچ گئے۔

شیخ عبدالرحیم نے پہلے کفار کو اسلام کی دعوت پیش کی۔۔۔۔۔۔

53311

لیکن انہوں نے قبول نہیں کی۔ چنانچہ جنگ برپا ہوئی۔ اور ایک ہی ہلّہ میں بُت خانہ مسمار کر دیا۔
کہتے ہیں کہ شیخ نے کوئی ہتھیار استعمال نہیں کیا۔ اور مسلسل "ایاکَ نعبُدُ و ایاکَ نستعین" کا ورد کرتے رہے۔ بت پرستوں نے خاص طور پر آپ پر تابڑ توڑ حملے کیے، اور ان حملوں کے نتیجے میں ہی آپ کا وصال ہوا۔
کہا جاتا ہے کہ آپ کے زخموں سے خون کا ایک قطرہ بھی نہیں بہا۔ یہ حادثہ ۱۱۹۲ھ (۱۷۷۸ء) میں پیش آیا، جبکہ شیخ عبدالرحیم کی عمر چالیس برس کی تھی۔

شیخ ابوطالب اگھمی

شیخ ابوطالب اگھمی بھی حضرت خواجہ محمد زماں کے خاص مریدوں اور خلفاء میں شامل تھے۔
لیکن ہمیشہ حجاب میں رہے۔ جھیروں جرا کر یا مچھلی کا شکار کر کے اپنی گذر معاش کرتے تھے۔ اہلیہ صاحبہ زبان کی سخت تھیں۔ اور اکثر لڑ پڑتی تھیں۔ لیکن ابوطالب خندہ پیشانی کے ساتھ برداشت کرتے اور فنا کے راستے پر گامزن رہتے۔ آپ نے آخری ایام حیدرآباد کے شمال میں واقع سعید پور کے گاؤں میں گذارے؛ اور وہیں آپ کا مزار مرجع خلائق ہے۔

شیخ حاجی محمد صالح

حضرت خواجہ کے تیسرے خاص خلیفہ حاجی محمد صالح تھے۔ یہ صاحب سیر و سیاحت کے دلدادہ تھے۔ ایک بار زیارت مدینہ کے موقعہ پر کشف ہوا کہ "لواری جاؤ" وہاں تمہاری مراد بر آئے گی۔
اس طرح خواجہ کی خدمت میں آئے۔ اور علم لدنی کا بے اندازہ خزانہ حاصل کیا۔
حضرتِ خواجہ کے مریدوں میں سب سے زیادہ صاحب کرامت شیخ حاجی محمد صالح لکڈائی تھے

حافظ ہدایت اللہ

ہدایت اللہ، حضرت خواجہ کے خاص خدمتگاروں میں تھے۔ اور اپنی ساری عمر حضرت کی خدمت کرنے

۱۱۶،۲،۵

میں بسر کی۔

خواجہ صاحب نے حافظ صاحب کو حقیقتِ احمدی کی بشارت سے نوازا تھا۔ اور یہ آپ کا خاص منفرد امتیاز تھا۔

دیگر اصحاب :

ان خاص چار خلفاء کے علاوہ بھی جناب خواجہ کے فیض یافتگان ہیں۔ چند اور بڑے بڑے اصحاب کرامت گذرے ہیں۔ جن میں شیخ حافظ طاہر، علی محمد مجذوب، شیخ شعیب کشتی، شیخ الہائی اور شیخ سدھا تورہ، نہایت معروف ہیں۔

خواجہ صاحب کا طریق ارشاد و ہدایت

خواجہ محمد زماں کلاں کا دستور تھا کہ بڑی حویلی سے نکل کر حجرے میں تشریف لاتے۔ اس وقت آپ کے ہمراہ دو چار خاص حضرات ہی ہوتے۔ جو کچھ دور جاکر بیٹھ جاتے تھے۔ حضرت تنہا بیٹھے تھے۔ حتیٰ کہ فجر کا وقت ہو جاتا، اس وقت آپ پرانے اور نئے مریدوں کی طرف توجہ فرماتے تھے، فجر کی نماز وہیں ادا کرتے۔ رفتہ رفتہ ایک بڑا حلقہ آپ کے گرد جمع ہو جاتا،، یہاں تک کہ ناشتہ کا وقت آجاتا۔

ناشتہ کے بعد بھی آپ کی نشست جاری رہتی۔ دوپہر کو حویلی میں تشریف لے جاتے، اور پھر ظہر کی نماز کیلئے باہر آکر جماعت کے ساتھ نماز ادا کرتے، عصر تک وہیں بیٹھے رہتے، مغرب کی نماز پڑھ کر حویلی میں جاتے۔ اس دوران اہل خانقاہ کھانے سے فارغ ہو جاتے اور آپ واپس آکر پھر بیٹھتے۔ عشاء کی نماز کے بعد آپ کچھ دیر حجرے میں قیام کرکے، پھر حویلی میں جاتے۔ یہ روز آنہ کا معمول تھا۔

طریق ہدایت یہ تھا کہ ہر نئے طالب کو اس پر تیار کرتے کہ علم ظاہر کا پردہ اسکے دل پر سے" اٹھ جائے۔

ابتدا میں تلقین و توجہ فجر کے وقت دیتے تھے، اور گھٹنوں کے درمیان چہرہ جھکا کر مراقبہ میں، مشغول ہو جاتے تھے۔ اس طرح حلقۂ مریدین پر فنا اور بے خودی کی کیفیات طاری ہونے

نگیں، اور سالکین اونچی سے اونچی منزلیں طے کرجاتے۔

مریدوں کو لایعنی باتوں سے منع فرماتے، کہتے کہ حق کے ذکر کے علاوہ کچھ کرنا گناہِ عظیم ہے۔ قرآنِ حکیم کی کسی آیت، حدیثِ رسولؐ کے کسی حصّہ یا کسی عارف کا قول پر روشنی ڈالتے۔ مثنوی مولانا روم سے ارشادات نقل کرتے۔

آپ کے فرمودات کا مجمل خاکہ ملاحظہ فرمایئے۔

۱۔ طالب اور سالک کو دین اور شرع کے کاموں کے علاوہ خود کو دوسرے کاموں سے دور رکھنا چاہیئے۔ اسم ذات کے ذکر میں مشغول رہنا چاہیئے۔

۲۔ ہمارے طریق میں ہاتھ کام پر اور دل یادِ دوست میں رہے۔

۳۔ اسم ذات دل میں اس طرح پیوست ہوجائے کہ نکالے نہ نکل سکے۔

۴۔ ذکرِ قلبی پر زور دیتے۔

۵۔ قلب پر اگر نفس غالب نہ ہو تو طلب کی ضرورت نہیں رہتی۔

۶۔ جب اسم ذات دل میں اتر جاتا ہے تو وسوسے باہر نکل جاتے ہیں۔

۷۔ نفس اور دنیا سے مراد حق سے غافل رہنا ہے۔

۸۔ اولیأ اللہ حق کی طرف اس طرح در آتے ہیں، جس طرح ندی نالے سمندر کی طرف۔

۹۔ سچا مرشد حق کا نائب ہوتا ہے، لیکن یہ مقام کروڑوں میں سے کسی ایک کو نصیب ہوتا ہے۔ حقیقی پیروہ ہے جو فنا میں غرق ہے۔ اسکی نظر شنا اور نگاہ تبا کا پیغام ہوتی ہے محض جوش و خروش پیدا کرنے والے نفس کا شکار ہوتے ہیں۔

۱۰۔ جسطرح بیک وقت دو خربوزوں کو ہاتھ میں لینا ممکن نہیں، اسی طرح دنیا اور آخرت بھی بہ یک وقت ہاتھ نہیں آسکتے۔

۱۱۔ عمر کا کوئی بدل نہیں، جتنی گذرجاتے ہاتھ نہیں آسکتی، البتہ جس نے اللہ کا نام حاصل کرلیا، اس نے عمر رفتہ بھی حاصل کرلی۔

۱۲۔ سچی صحت اور مسرت فقیری میں ہے۔ لیکن فقیری غربت کا نام نہیں۔ نفسانی خواہشات کو مٹا دینے کا نام ہے

۱۳۔ انسانی قلب چار طرح کے ہوتے ہیں۔

ایک وہ جو نیتایں مٹی کی طرح ہوتے ہیں، تھوڑے ہی پانی میں حل ہو جاتے ہیں۔

دوسرے وہ جو چکنی مٹی کی طرح، جو ظاہری علم کی تحصیل کا نتیجہ ہیں، کہ جس پر جتنا پانی ڈالو!
جذب ہوتا چلا جائے گا۔

تیسرے پتھر کی طرح سخت، کہ جس پر نقش بنانا مشکل ہے۔ لیکن جب بن گیا تو کبھی،
نہیں مٹے گا۔

چوتھے ربڑ کی طرح ملائم کہ اگر سوئی داخل کریں، تو فوراً داخل ہو جائے اور سوراخ بن جائے
لیکن جب باہر نکالیں تو ربڑ کی طرح پہلے کی طرح ہو جائے۔

۱۴۔ انسان کے دل میں ۳۶۰ دریچے ہیں۔ خدا کی یاد سے وہ کھلے رہتے ہیں۔ خدا ان میں سے
جھانکتا رہتا ہے۔ لیکن اگر خدا کی یاد نہ ہو تو وہ سوراخ بند ہو جاتے ہیں۔ اور انسان
فیض خداوندی سے محروم ہو جاتا ہے۔

۱۵۔ طریق نقشبندیہ میں دو وقت نہایت مقبول ہیں۔ ان کو حاصل کرنے کی سخت تاکید ہے۔
پہلا وقت فجر صبح صادق سے سورج نکلنے تک کا ہے۔
دوسرا وقت عصر سے مغرب تک کا ہے۔

۱۶۔ کتابوں کے نرے مطالعہ اور قیل و قال سے کچھ حاصل نہیں ہوتا، دل کی درستگی سے
ہی حق کا مشاہدہ ممکن ہے۔

۱۷۔ نقشبندی طریقہ سالک کو جلد منزل پر پہنچا دیتا ہے۔ لیکن اس میں، کامل ارادت،
مکمل ادب، اور ہمہ عجز ہونا ضروری ہے۔

۱۸۔ ہزاروں طالبوں میں سے کوئی ایک ہی ذاتِ حق کا متلاشی ہوتا ہے۔

۱۹۔ سالک کے لئے حق کے راستے میں اس طرح فنا ہو جانا کہ اس کے وجود کا بھی پتہ نہ رہے
اس کے کمال کی دلیل ہے۔

۲۰۔ جو طالب خود کو فنا نہیں کرتا تو محض وظائف و اوراد سے حق تک نہیں پہنچ سکتا
خدا کو اس کے وظائف و اوراد کی پرواہ نہیں ہے۔

۲۱۔ خدا سے غافل رہنے والوں میں بہت سے بھوک سے مرجاتے ہیں۔ لیکن حق کا طالب
کبھی بھوک سے نہیں مرا۔

۲۲۔ اکثر لوگ روٹیوں کا ٹوکرہ سر پر اٹھا کر روٹیاں مانگتے پھرتے ہیں۔

۲۳۔ طالب کو جب کوئی مشکل پیش آئے فوراً مراقبہ میں مشغول ہو جائے مشکل فوراً حل ہو جائیگی

۲۴۔ تمام اذکار سے اور اشغال سے فنا زیادہ شدیدہ اور اطمینان بخشنے والی ہے۔

ایک بار کسی نے پوچھا کہ، عارف کس کو کہتے ہیں!۔

آپ نے فرمایا کہ" عارف وہ ہوتا ہے جس کی شہادت ہزارہا صدیق دیں"۔

ایک شخص نے کہا کہ لال شہباز بڑے مجذوب تھے۔

آپ نے کہا" کاش اس وقت خدا کا کوئی ایسا بندہ موجود ہوتا، جو لال شہباز کو اس حالت سے نکال کر آگے لے جاتا۔"

"یہی حال منصور کا ہوا اگر خواجہ عبدالخالق کا کوئی فیض یافتہ اس وقت ہوتا تو منصور کو" انا الحق" کے مقام سے نکال کر آگے لے جاتا۔ اور اسے سولی سے بچا لیتا"

فرمایا کہ" ہمارا فقر تو وہی ہے جو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے"۔

لطیفوں کے ذریعے سلوک سکھانا بناوٹ ہے۔

خواجہ کا سراپا

حضرت کا قد درمیانہ تھا، رنگ کھلتا ہوا گندمی، جسم اکہرا، سر گول، پیشانی کشادہ ابرو ژولیدہ، ریش مبارک لمبی اور سفید، چہرہ نورانی جیسے کرنیں پھوٹ رہی ہوں۔

چہرے پر رعب اور کشش۔

شریعت اور طریقت کی مکمل پابندی،

زبانِ مبارک سے کبھی کوئی ناشائستہ لفظ نہیں سنا گیا،

کبھی کسی کا شکوہ شکایت نہیں کی۔

گفتگو سنجیدہ، شیریں، مختصر اور جامع۔

رضا، توکل، صبر، سخاوت، اسباب سے بے نیازی، نصرتِ خداوندی پر بھروسہ اور اور گوشہ نشینی آپ کی منفرد صفات تھیں۔

فرماتے تھے کہ

ہم وہ نہیں ہیں، جو مریدوں کے دروازے سے خیرات مانگتے رہتے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ، مریدوں کو اللہ کا راستہ بتائیں، اور اُنکے کھانے کا بھی بندوبست کریں۔

اسی لیئے آپ کے پاس نہ کوئی جاگیر تھی نہ جائیداد۔ ہرچند کہ غلام شاہ کلہوڑا والی سندھ نے منتوں اور سماجتوں کے ساتھ جاگیر کی پیش کش کی، لیکن آپ نے بالکل قبول نہیں کیا۔!!

فرمایا" جو شخص دنیاوی حاکموں سے دوستی رکھتا ہے، جب اس کے رزق میں کمی نہیں ہوتی، تو ساری کائنات کے حاکم سے دوستی رکھنے والے کے رزق میں کیسے کمی آسکتی ہے"۔

فرماتے تھے کہ" سوال کرنا نہایت بُری بات ہے۔ اور اگر وضو کے لیئے پانی دستیاب نہ ہو تو تیمم کر کے نماز پڑھ لے۔ لیکن سوال کر کے پانی نہ مانگے"۔

عادات و اطوار

رحم دلی اور بردباری آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ چند واقعات ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ جو حجام آپ کے بال بناتا تھا، کسی حد تک اناڑی تھا۔ بال کاٹتے وقت سر پر زخم ڈال دیتا ناخن اتارتے وقت انگلیوں سے خون نکال دیتا۔ آپ یہ سب کچھ ہنسی خوشی برداشت کر لیتے۔ خدام نے کئی بار عرض کیا کہ دوسرا حجام بلا لیتے ہیں۔ آپ نے فرمایا" یہ بے مروتی ہوگی مدتوں سے یہ حجام ہماری خدمت کر رہا ہے۔ ہمیں اس کی دل شکنی منظور نہیں۔

۲۔ محرم کے موقعہ پر ایک ماتمی گروہ آپکی مسجد کے سامنے دروازے پر ماتم کرتے ہوئے آگئے اور عبادت اور توجہ میں مخل ہوئے، مریدان نے چاہا کہ انہیں بھگا دیں" فرمایا جو خود کو پیٹ رہے ہیں وہ ہمارا کیا نقصان کریں گے"۔

۳۔ ایک غیر مسلم نے اسم اعظم کے وظیفہ کی درخواست کی، آپ نے اسے ہدایت دے دی۔ ایک خادم نے عرض کیا کہ یہ غیر مسلم ہے۔ آپ نے فرمایا" تمہیں مسلمان کا کیا ہے!

کرامات

آپ یہ پسند نہیں فرماتے تھے کہ مخلوق کو خوش کرنے کے لیئے اللہ کے ولی کرشمے دکھاتے پھریں۔

ایک بار ایک بزرگ کا ذکر ہوا کہ وہ اپنے درویشوں کو ساتھ لے کر اس طرح دریا پار ہو گئے کہ کسی کا دامن اور تلوا تک تر نہیں ہوا۔ فرمایا" قیامت کا دن تو آنے والا ہے۔ قیامت کو معلوم ہوگا کہ کون اپنی جماعت کو سلامتی کے ساتھ پار لے جاتا ہے "

تاہم آپ سے بیشمار کرامات کا صدور ہوا۔ چند واقعات ملاحظہ ہوں ۔

۱۔ آپ کی والدہ محترمہ نے جب وفات پائی تو جماعت اور گاؤں کے سب ہی لوگ تدفین میں شامل ہوئے ۔ واپسی پر آپ نے حکم دیا" سب کو کھانا کھلا کر رخصت کیا جائے "۔

مریدوں نے عرض کیا کہ" ہم نے تو صرف خانقاہ کے چند لوگوں کے لیئے ہی کھانا تیار کیا ہے ۔ یہ تمام لوگ کس طرح کھا سکیں گے ۔"

آپ باورچی خانہ میں گئے ۔ دو دیگیں بھری رکھی ہوئی تھیں ۔ ان میں سے ایک کے بارے میں فرمایا کہ" اس میں سے کھانا تقسیم کیا جائے "۔

اب ہوا یہ کہ اس دیگ سے پورے گاؤں کے لوگ ، اور باہر سے آنے والے سب ہی سیر ہو کر گئے ۔ اور دوسری دیگ جوں کی توں باقی رہی ۔

۲۔ آپ کی شادی کے موقعہ پر ہزارہا آدمی جمع ہو گئے ۔ خدام پریشان ہوئے کہ اناج تو صرف ایک خروار ہے ، اس سے کس طرح پورا ہوگا ۔

آپ اندر آئے اناج کے دو ڈھیر تھے ۔ فرمایا کہ" پہلے ایک ڈھیر سے اناج باورچیوں کو دو ، جب یہ ختم ہو جائے تو دوسرے کو ہاتھ لگانا "۔

عجیب صورتِ حال ہوئی کہ ایک ہفتہ تک ایک ہی ڈھیر سے اناج دیا جاتا رہا ۔ اور سب کو پورا ہوتا رہا ۔ حالانکہ ۶ ہزار کی نفری کھانے والی تھی ۔

آخری دن بھی ایک ایک پراٹھا رخصت کے وقت پر ہر شخص کو دیا گیا ۔

۳۔ آپ کے ایک مرید حافظ ایوب کا واقعہ ہے ، کہ ایک سال اسکی زمین سے صرف ڈھائی من اناج حاصل ہوا ۔ حالانکہ اسے دوسری فصل تک گذارہ کرنے کے لیئے کم ازکم بیس من اناج کی ضرورت تھی ۔

حافظ ایوب آپکی خدمت میں آیا ، اور پریشانی کا ذکر کیا ۔ آپ نے مٹھی بھر جو پر کچھ پڑھ کر دم کردیا ۔ اور فرمایا کہ" اس جو کو دوسرے جو کے ساتھ ملا دو ، اور برتن کا منہ حفاظت

سے بند کر کے رکھ دو۔ ضرورت کے مطابق سوراخ کر کے اناج نکالتے رہو۔"
حافظ ایوب بتاتا ہے کہ پورے سال گھر کا خرچ بافراغت چلتا رہا۔ ایک دن اسکی عدم موجودگی میں اس کے سالے آئے، اور اس کی بیوی نے یہ ماجرہ سنا کر برتن کا ڈھکن اتار کر دکھایا۔ جب ایوب واپس گھر آیا۔ تو اسکی بیوی نے اسے بھی یہ بات بتائی۔ ایوب کو بڑا دکھ ہوا۔ اس لیئے کہ اناج ابھی تک جوں کا توں موجود تھا۔ لیکن ڈھکن اترنے کے بعد اسکی برکت ختم ہوگئی، ورنہ ساری عمر کے لیئے یہ اناج کافی ہو جاتا۔

دِل کے خطرات کا علم

آپ پر دوسروں کے خطرات دل بالکل عیاں ہو جاتے تھے۔
مرغوب الاحباب کے مؤلف کے دادا حاجی شمشیر روایت کرتے ہیں کہ وہ اپنے چند عزیزان کے ساتھ خواجہ صاحب کی زیارت کو آئے، آپ اس وقت خانقاہ میں تشریف رکھتے تھے۔ ہم سے خیرو عافیت معلوم کر کے حویلی میں چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد اندر سے ہمارے لیئے کھانا آگیا۔ جو اعلیٰ اقسام پر مشتمل تھا۔ میں نے دل میں کہا کہ حضرت کی گذران کا ظاہری ذریعہ تو کوئی ہے نہیں پھر یہ روزی ان کو کسطرح پہنچتی ہے؟
جب حضرت باہر آئے، اور ہمارے ساتھ تشریف فرما ہوئے تو فرمایا کہ، بچوں کو ہمیشہ لذیذ اور عمدہ طعام کھلایا جاتا ہے۔ حتّٰی کہ جب انکا خیال دوسری طرف ہو جاتا ہے، تب بھی کسی نہ کسی حیلے سے لقمہ ان کے منہ میں ڈالا جاتا رہتا ہے۔ اولیاءؒ اللہ کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا یہی عمل ہے۔
۲ ایک دفعہ ایک درویش آپ کی زیارت کے لیئے آرہا تھا۔ راستہ میں "ہنگورہ" گاؤں سے گذرا تو وہاں کے امام مسجد نے اس سے کہا کہ تواری جاکر پیر صاحب سے کہنا کہ آپ نماز باجماعت کیوں ادا نہیں کرتے۔ درویش نے کہا کہ میری کیا مجال کہ یہ بات ان سے پوچھوں۔
مغرب کے وقت ایسا ہوا کہ جب پیش امام نماز پڑھانے کھڑا ہوا تو تکبیر کے بعد اسے قرآن ہی بھول گیا۔ ہرچند کوشش کی لیکن کچھ یاد نہیں آیا۔ اس وقت اس نے خیال کیا شاید یہ اسی سوئظنی کا نتیجہ ہے جو اس نے حضرت خواجہ صاحب کے بارے میں درویش سے ظاہر کیا تھا۔ اسے ندامت ہوئی اور پھر قرآن یاد آگیا۔ نماز بعد اس نے درویش سے معذرت کی۔

درویش جب حضرت کی خدمت میں آیا تو حضرت نے از خود امام کا واقعہ بیان کر کے کہا کہ " جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا بہت اچھا ہے لیکن ضعف اور بڑھاپے کی وجہ سے ہم معذور ہو گئے ہیں۔

غلام شاہ کلہوڑہ کا واقعہ

سندھ کا حاکم میاں غلام شاہ کلہوڑہ کا بڑا عروج تھا۔ اور وہ کسی کو خاطر میں نہیں لاتا تھا۔ تاہم حضرت صاحب سے ملنے کی آرزو رکھتا تھا۔

ایک دفعہ اس نے آپکو لکھا کہ قبلہ ہم حاکم لوگ دنیا کے معاملات میں اس طرح گرفتار ہیں کہ فرصت نہیں مل رہی۔ آپ ہی آکر اپنا دیدار کرادیں، تاکہ ہم آپ سے دعا کرا سکیں۔

آپ نے مختصراً جواب دیا کہ ہم فقیروں کے لیئے سفر کی تکلیف برداشت کرنا مشکل ہے۔ ہم آپ کے لیئے دعاگو ہیں۔

غلام شاہ نے دوبارہ لکھا کہ اگر آپ نہیں آ سکتے تو اپنے کسی درویش کو بھیج دیں۔

آپ نے ایک درویش کو تیار کیا، اور فرمایا کہ میاں غلام شاہ تم سے تین باتیں کریگا۔ تم اس طرح جواب دینا۔

وہ جاڑیجا قوم میں شادی کرنا چاہتا ہے۔ وہ تم سے معلوم کریگا کہ کامیاب ہوگا یا نہیں تم کہدینا کہ ہمارا کام نجوم نہیں ہے، اور نہ ہی ہم کاہن ہیں۔

وہ جاگیر پیش کرے گا، تم انکار کردینا اور کہنا کہ ہمیں براہ راست خدا سے ملتا ہے۔

واپسی کے وقت وہ تجھے ہدایا دے گا۔ اسے قبول کرلینا۔ کہ وہ یہ خیال نہ کرے کہ یہ فقیر مغرور ہیں۔

درویش جب غلام شاہ کے پاس پہنچا تو اسے من وعن یہی سب کچھ پیش آیا، اور اس نے بھی خواجہ صاحب کے فرمان کے مطابق عمل کیا۔

جاگیر لینے سے انکار

اس کے بعد میاں غلام شاہ نے اپنے وزیر گدمل کے بھائی دیوان خان چند کو جاگیر کے پروانے کے ساتھ آپکی خدمت میں بھیجا۔

آپ نے انکار کیا کہ جاگیر کا انتظام کرنا ہمارے لیے مشکل ہے۔
دیوان نے کہا کہ یہ کام بھی ہمارے ذمہ رہے گا۔ آپ صرف جاگیر قبول فرما لیجئے۔
آپ نے قطعی انکار کر دیا کہ ہم فقیروں کو اس کی قطعی حاجت نہیں۔!!!

ولی عہدی کا معاملہ:

میاں غلام شاہ کسی وجہ سے اپنے بڑے لڑکے سرفراز کو نظر انداز کر کے، اپنے چھوٹے لڑکے کو ولیعہد مقرر کرنا چاہتا تھا۔ سرفراز بڑا پریشان ہوا۔ اور حضرت کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کا طالب ہوا۔

آپ نے فرمایا کہ مطمئن رہو۔ تم ہی سندھ کے حاکم ہو گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

سرفراز نے بھی جاگیر نذرانے کے طور پر پیش کی لیکن آپ نے انکار فرما دیا۔

ایک بار میاں سرفراز زیارت کے لیے لواری آیا۔ بعض خوشامدیوں نے بادشاہ سے کہا کہ آپ حاکم وقت ہیں۔ خواجہ صاحب کو خود آپ کے پاس آنا چاہیئے۔

سرفراز انکی باتوں میں آگیا۔ اور اپنے دیوان گدومل اور مرزا بیلی بیگ کو حضرت کے پاس بلانے کے لیے بھیجا۔ دونوں نے خدمت میں پہنچ کر طلبی کی دعوت پیش، کی۔ آپ نے جواب دیا کہ فقیر کا دروازہ ہر وقت کھلا ہے۔ جب بھی جو آنا چاہے آسکتا ہے۔ دونوں نے بہت منتیں کیں مگر آپ نے صاف انکار کر دیا۔ کہ حاکموں اور امرا کی، خدمت میں ہم نہیں جاتے۔

وزیر اور مرزا کے جانے کے بعد بعض کمزور دل لوگوں نے کہا کہ حضرت حاکم وقت کو ناراض کرنا، مناسب نہیں۔ ممکن ہے۔ ہم سب پر کوئی آفت ڈھا دے۔

آپ نے جلال میں فرمایا کہ پھر ہم بھی " وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى " کی آیت پر عمل کر کے دکھا دیں گے۔

اولاد } آپکی پہلی حرم سے ایک فرزند پیدا ہوا تھا۔ جو بچپن ہی میں فوت ہوگیا۔ بعد میں اہلیہ بھی وفات پاگئیں۔
بعد میں پیر ایوب کی اولاد سے ایک نیک شخص کی پاک دامن بیٹی

کے ساتھ آپ نے نکاح فرمایا ۔

ان بی بی سے آپ کے وہ فرزند ارجمند پیدا ہوئے جنھوں نے خواجہ گل محمد کے نام سے آپکی جانشینی کی ۔

وفات

۱۱۸۸ ھجری (۱۷۷۴ء) کے ماہ شوال میں آپ کی بیماری اور ضعف بڑھ گئے تھے ۱۱۸۷ ھجری میں آپ نے اعلان کرادیا تھا کہ اب ہمارا رخصت کا وقت آگیا ہے حجرہ کا دروازہ بھی اسی سال آپ نے بنوایا ۔ ذلقعد کی تیسری تاریخ کو رات کے وقت آپ صاحبزادہ کے پاس جبکہ وہ سو رہے تھے تشریف لے گئے اور توجہ فرماکر اپنی امانت انہیں منتقل کردی ۔

اور ذیقعد کی چوتھی تاریخ کو تمام لوگوں کو ناشتہ کراکر، آپ چادر اوڑھ کر لیٹ گئے ۔ اس طرح روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی ۔

چنانچہ آپ کی ابدی آرام گاہ حجرہ شریف میں ہی تیار کی گئی ۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُون ۔

حضرت محبوب الصمدؒ خواجہ گل محمدؒ قدس سرہٗ

ولادت باسعادت

خواجہ گل محمدؒ کی ولادت باسعادت جمعرات کے دن ۱۱ ربیع الاول ۱۱۷۷ ھجری (۱۷۶۳ء) کو ہوئی حضرت خواجہ سلطان الاولیاؒ کو آپ سے بڑا پیار تھا۔ اور اس کی وجہ ایک درویش نے دریافت کی کے جواب میں آپ نے یہ بتائی کہ اگرچہ تمام مرید ہمارے لئے بمنزلہ اولاد و فرزندان کے ہی ہیں۔ لیکن اس بچے میں ہم مستقبل کی ربانی عظمت دیکھ رہے ہیں۔ اور اس میں قرب حق کے آثار ہویدا ہیں۔

ابتدائی عمر کے بعض واقعات

خواجہ گل محمد ابھی تین سال کے تھے کہ ایک دن خانقاہ میں چلے آئے۔ حضرت سلطان الاولیاؒ نے پیار سے اپنے پاس بلایا تو دوڑ کر آنے لگے۔ کہ اچانک ایک پتھر سے جا ٹکرائے۔ پتھر لڑھک کر ایک برتن سے جا لگا۔ اور برتن سے صدا نکلی۔ خواجہ سلطان الاولیاؒ نے پوچھا کہ بتاؤ یہ برتن کیا کہہ رہا ہے۔ خواجہ گل محمد نے معصومانہ انداز میں فرمایا، کہہ رہا ہے:

"حَسْبِی رَبِّی جَلَّ اللّٰہ مَافِی قَلْبِی غَیْرُ اللّٰہ"

حاضرین نے یہ سنا تو حیران ہو کر عش عش کرنے لگے۔

پانچ برس کی عمر تھی کہ ایک دن مسجد کے صحن میں آئے، اور ایک درخت پر چڑھ کر بیٹھ گئے، سلطان الاولیاؒ نماز میں مشغول تھے۔ فارغ ہوئے تو دیکھا کہ صاحبزادہ صاحب درخت پر چڑھے ہوئے ہیں، اور ایک سمت غور سے دیکھ رہے ہیں۔

سلطان الاولیاؒ نے پوچھا "کیا دیکھ رہے ہو؟"

صاحبزادہ نے جواب دیا "خدا کو دیکھ رہا ہوں"

سلطان الاولیاؒ نے پوچھا "خدا کیسا ہے؟"

جواب دیا: "خدا نور ہے۔"

سلطان الاولیاؒ نے حاضرین سے مسرت کے ساتھ فرمایا کہ "دیکھو بچے کا جواب عین قرآن کے مطابق ہے
" اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ "

تعلیم

سلطان الاولیاؒ اپنے صاحبزادہ کی تعلیم کے بارے میں متفکر رہتے تھے ایک دن قیلولہ کے دوران آنحضرتؐ کی زیارت ہوئی۔ آنحضرت صلعم نے تسلی دی کہ "ہم خود صاحبزادہ کے معلم ہیں"۔

ایک درویش جو صاحبزادہ کے ساتھ ہمیشہ رہتے، اور ابتدائی حروف کی تختی پڑھاتے تھے روایت کرتے ہیں کہ بہت تھوڑے عرصہ میں آپ علوم پر حاوی ہو گئے۔

شرف الدین شہداد پوری کا بیان ہے کہ میں صاحبزادہ کو صرف و نحو کی تعلیم دیتا تھا۔ اور آپ یہ گہرے مسائل اس طرح بیان کر دیتے تھے کہ میں حیران رہ جاتا۔

خلافت اور جانشینی۔

حضرت سلطان الاولیاؒ کے وصال کے وقت خواجہ گل محمد کی عمر صرف گیارہ برس تھی۔

خلافت کے مسئلہ پر بعض لوگوں کو تردد ہوا کہ کس طرح یہ ارشاد و ہدایت کا سلسلہ جاری رکھ سکیں گے۔

شیخ عبدالرحیم گرھوڑی اور شیخ ابو طالب وغیرہ اصحاب خاص نے بتایا کہ یہ معاملہ باطنی ہے ظاہری نہیں۔ ہمیں آپ پر اعتماد اور یقین ہے۔ اور بعض نئے مریدوں کو توجہ کے لئے خدمت میں بھیجا۔ توجہ کا یہ اثر ہوا کہ انکی دلوں کی دنیا ہی بدل گئی۔ اور سب تردد ختم ہو گیا۔

خواجہ سلطان الاولیاؒ کے وصال کے تیسرے دن آپ کو باقاعدہ مسند نشین کیا گیا۔
اور سب نے بیعت فرمائی

لواری میں ناگہانی آفت کا نزول

میاں عبدالنبی کلہوڑہ کے دور حکومت میں شورہ قوم اور نوٹریہ قوم کے درمیان تنازعہ اٹھ کھڑا ہوا۔ شورہ قبیلہ فرار ہوا اور نوٹریہ قبیلہ نے اس کا پیچھا شروع کیا۔ حتیٰ کہ فسادی

لواری میں داخل ہو گئے۔ شورہ قوم مغلوب ہوئی، اور نومڑیہ قوم نے لوٹ مار شروع کر دی۔ اور لواری کو بھی لوٹ ڈالا۔

آپ نے اس شر کو دیکھتے ہوئے گھر کا سارا سامان واثاثہ باہر نکال دیا کہ لٹیرے جائیں۔ اور خود اہل خاندان و مخلص مریدوں کو لے کر جنگل کی طرف نکل گئے۔

اس فساد میں خانقاہ کے دو درویش بھی مارے گئے۔ جن کے مزار خانقاہ میں ہی ابتک موجود ہیں۔ نومڑہ سردار کو جب یہ حال معلوم ہوا تو لوٹ کا مال واپس کرنا چاہا۔ لیکن آپ نے واپس نہیں لیا۔

عبدالرحمان قاسم نامی مرید بتاتا ہے۔ کہ اس خانہ ویرانی سے آپ ایسے مطمئن ہوئے، جیسے کوئی بڑا بوجھ آپ کے کندھوں سے اتر گیا ہو۔

مسرت سے فارسی اشعار پڑھتے اور جھومتے۔

جب یہ فساد کا دور ختم ہو گیا تو آپ پھر واپس آ کر مقیم ہوئے۔

معمولات

آپ فجر سے لیکر رات گئے تک اصحاب کے ساتھ بیٹھے رہتے۔ صرف نماز اور طعام کے لیئے اٹھتے۔

اس دوران کلماتِ طیّبات سے لوگوں کو نوازتے رہتے۔

آپ کے اقوال یہاں ذکر کیئے جاتے ہیں

۱۔ اونٹ پر جب مجازی عشق کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو کئی ماہ کے لیئے کھانا پینا چھوڑ دیتا ہے۔ جب انسان پر عشق حقیقی کا غلبہ ہو تو کیا حال ہوگا۔

۲۔ دنیا اور زندگی دونوں فانی ہیں۔ ان سے دل نہیں لگانا چاہیئے۔

۳۔ مردانگی طریقت کی بنیاد ہے۔

۴۔ حق سے غفلت بڑے سے بڑا جرم ہے۔

۵۔ دولت مندوں سے ہرگز طمع نہیں رکھنا چاہیئے۔

۶۔ اخلاص سے بہتر کوئی عمل نہیں

۷. دنیا سے قطع تعلق ہی حقیقی دانشمندی ہے۔

۸. فقیروں کا الہام، وحی کی مانند ہوتا ہے۔

۹. رزق پریشانی کے بغیر حاصل کیا جائے۔

۱۰. سچا مرید وہی ہے جو مرشد کے قول و فعل کو سند قرار دے۔

جب کوئی شخص آپ کے پاس دعا کے لئے آتا، اگر آپ فوراً ہاں کر دیتے تو کام جلد ہو جاتا۔ اگر دیر سے ہاں کرتے تو دیر سے کام ہوتا۔ اگر خاموش رہتے تو کام نہیں ہوتا تھا۔

حضرت سلطان الاولیاءؒ نے آپ کے بارے میں فرمایا تھا کہ "محبوب الصمد" قطب ارشاد اور قطب مراد بنیں گے"۔ اور ایسا ہی ہوا۔

آپ میں شروع سے آخر تک قلندری اوصاف بھی موجود رہے اور شریعت کے اوصاف بھی۔

شیخ عبدالرحیم کہا کرتے تھے کہ آپ میں دو ایسی باتیں ہیں۔ جو اکثر مشائخ میں نہیں پائی جاتیں۔

ایک یہ کہ آپ کی ظاہری روش ایسی ہے، جس پر کسی قسم کا اعتراض ممکن نہیں۔ دوسرے یہ کہ کوئی شخص آپ سے رنجیدہ نہیں ہوتا۔

خود آپ کی مجلس میں ایک بار، رنجیدہ نہ کرنے، کی بات چلی، تو آپ نے فرمایا کہ بیشک ایسے لوگ بھی ہیں جو کسی کو تنگ نہیں کرتے، لیکن مرد تو وہ ہے جو خود بھی کسی سے تنگ نہ ہو۔

علم و فضل

آپ کے علم و فضل کا یہ عالم تھا کہ سید محمد اور خواجہ قاضی احمد جیسے عالموں اور فاضلوں نے شہادت دی ہے کہ باوجود علم و دانش ہونے کے ہم اپنے آپ کو آپ کے سامنے طفلِ مکتب سے زیادہ نہیں پاتے تھے۔

سید محمد کا بیان ہے کہ میں علاوہ دیگر علوم کے خود کو نجوم کا ماہر سمجھتا تھا۔ ایک دفعہ نجوم کا ایک پیچیدہ مسئلہ سامنے آیا۔ بارے جب اس کا ذکر ہوا تو آپ نے زائچہ کے قوانین اور اصطرلاب و رموز بیان کرکے پانی کی طرح اس مسئلہ کو حل کر دیا۔ اور میں حیران رہ گیا۔

حالانکہ پہلے میرا خیال تھا کہ آپ علم نجوم سے قطعی واقف نہیں ہیں ۔

آداب و مروّت

حضرت سلطان الاولیا ۔ کی مجلس کے کوئی صاحب بھی جب آپ کی خدمت میں آتے
آپ ان کا زبردست احترام کرتے ۔ اور خاطرداری سے پیش آتے ۔
ہر شخص کا نام تعظیم سے لیتے ۔ بڑی عمر والوں کے ساتھ عزت سے پیش آتے ۔
جوانوں سے محبت کرتے اور بچوں کے ساتھ شفقت سے پیش آتے ۔
آپ اپنے ذاتی کام کے لیے کسی کو کوئی تکلیف نہیں دیتے تھے
جو کچھ پیش کردیا جاتا خوشی سے کھا لیتے

مرض اور وفات

ایک دن مجلس میں ارشاد فرمایا کہ
" اٹھارہ برس کی عمر سے پہلے ہمیں یہ جہان اچھا لگتا تھا ۔ اسکے بعد بیس برس تک دونوں جہان
اچھے لگتے رہے ، اور اب صرف وہ جہان ہی ہماری نظروں میں بہتر ہے "
مریدانِ خاص اسی دن سمجھ گئے کہ اب آپکا سفرِ آخرت قریب ہے
اس گفتگو کے چند دن بعد ہی آپ بیمار پڑ گئے ۔ چیچک کے عارضہ سے آپ کا سارا بدن بھر گیا۔
اس تکلیف دہ حالت کو آپ نے ہنس کر بسر کیا ۔
وفات سے ذرا پہلے آپ نے اپنے بڑے صاحبزادہ خواجہ محمد زماں ثانی ،غوثِ عالم کو خلوت میں بلایا
اور وصیت کی کہ اب جماعت تمہارے سپرد ہے ، اور تم ہی اس کے امام ہو ۔
غوثِ عالم نے عذر کیا کہ اور بھائی موجود ہیں۔ ان میں سے کسی کو یہ منصب دے دیجئے ۔
آپ نے فرمایا "حکم الٰہی یہی ہے ۔ اس میں کسی کا کوئی اختیار نہیں "۔
اسکے بعد ربیع الاوّل کی ۲۷ تاریخ ۱۲۲۸ ھجری (۱۸۰۳ء) کو مغرب اور عشاء کے درمیان آپ
نے وصال فرمایا ۔ وصال کے وقت آپکی عمر صرف ۴۱ سال کی تھی ۔

اولاد

آپ کے جملہ ۶ فرزند تھے ۔
۱ حضرت غوثِ اعظم خواجہ محمدؐ زمان ثانی ۲ شیخ عبدالطیف صغیر
۳ ابوالقاسم ۴ محمد اکرم ۵ آدم ۶ حاجی محمد

حضرت غوثِ عالم خواجہ محمد زمان ثانیؒ

حضرتِ غوث عالم کی ولادت ۱۱۹۹ ھجری (۱۷۸۴ء) کے ماہِ رمضان میں ہوئی آپ کی ولادت کے وقت سلطان الاولیاؒ کے جو اصحاب خاص زندہ تھے، انہوں نے آپ کو دیکھ کر بہ یک زبان کہا تھا کہ آپ من وعن ظاہر و باطن میں سلطان الاولیاؒ کی شبیہ ہیں۔

بچپن

آپ اپنے دادا کی طرح پیدائشی ولی اللہ تھے

ابھی مکتب میں ہی پڑھتے تھے کہ ایک کاشتکار خشک سالی کی شکایت کرتا ہوا ملا۔ آپ نے ایک کاغذ کے پرزے پر کچھ لکھ کر اس غریب کسان کو دیدیا۔ کہ اس کاغذ کو مدرسہ کی فلاں دیوار پر لٹکا دو۔ کسان نے ایسا ہی کیا۔ خدا کی قدرت دوپہر تک خوب بارش ہوئی۔

آپ کے والدِ بزرگوار بھی بچپن میں ہی آپ کی بڑی تعظیم کرتے تھے اور آپکو "میاں جیو" کہہ کر بلایا کرتے تھے۔

مسند نشینی اور خلافت کا دور

آپ کے والد حضرتِ محبوبُ الصّمد کا جب وصال ہوا تو آپکی عمر ۱۹ سال تھی آپکو مسند پر بیٹھے ابھی ایک سال بھی نہیں گذرا تھا کہ ۱۲۱۹ ھجری میں احمد شاہ درّانی کے پوتے

شاہ شجاع نے سندھ پر حملہ کردیا۔ پورے ملک میں افراتفری مچ گئی۔ انتظام درہم برہم ہوگیا اور لوٹ مار شروع ہوگئی۔
لواری بھی اس زد میں آگیا۔ شرپسندوں نے ساری بستی لوٹ لی۔ حتّٰی کہ روضۂ مبارک کو تاراج کردیا۔
جب ذرا امن ہوا تو آپ نے آئندہ کی حفاظت کے لیئے بستی کے اردگرد حفاظتی فصیل بنوانا شروع کردی ۱۲۲۶ ھجری (۱۸۱۱ء) میں فصیل بن کر تیار ہوئی۔
لیکن پیر غلام علی تالپور حاکم سندھ نے بعض حاسدوں کی ریشہ دوانیوں کی وجہ سے وہ فصیل مسمار کرادی آپ کو افسوس ہوا اور صبر فرمایا۔

سفرِ حج

اس واقعہ کے بعد ۱۲۲۸ھ ھجری (۱۸۱۲ء) میں آپ سفرِ حج پر نکلے۔ اور خواجہ عبداللطیف کو اپنا قائم مقام مقرر کرکے روانہ ہوگئے۔ سفر کے دوران جب یمن کی بندرگاہ مخو پر پہنچے تو شہر کے مشائخ اور علماء زیارت اور خیر مقدم کے لیئے آئے، انمیں عربستان کے مشہور عالم محمدی بہ مدنی بھی تھے۔ آپ نے ان سے ملاقات کی اور محبت کا اظہار کیا۔ محمدی بہ تو اس قدر متاثر ہوئے کہ آپ کے مُرید ہوگئے۔ اور بعد میں زیارت کے لیئے لواری بھی آئے
جب آپ جدّہ پہنچے تو ترک حکومت نے وہابیوں کے خلاف مہم شروع کررکھی تھی، اس لیئے سواری ملنا دشوار ہورہا تھا۔ آپ اپنے ساٹھ ہمراہیوں کے ساتھ پیدل مکّہ کی طرف روانہ ہوگئے۔ بعد میں راستے میں آپکو سواری مل گئی۔
مکہ پہنچ کر ہمہ وقت عبادت، توجہ اور طواف میں منہمک رہنے لگے۔
بعد میں مدینے کے سفر پر روانہ ہوئے۔ دوران سفر عصر سے مغرب تک پیدل سفر کرتے پھر ماہ رمضان میں واپس مکّہ واپس آگئے۔

وطن واپسی } اس کے بعد وطن کے لیئے واپسی شروع کی۔ اور شوال کی ۱۲ تاریخ ۱۲۳۰ ھجری (۱۸۱۴ء) کو لواری تشریف لے آئے

تمام وابستگان میں مسرت کی لہر دوڑ گئی ۔

صدمات

۱۲۳۶ ہجری (۱۸۲۰ء) کو آپ کے برادر عزیز خواجہ عبداللطیفؒ صغیر انتقال فرما گئے ۔ آپ کو ان کی جدائی کا بڑا صدمہ ہوا ۔ اگرچہ ایک سال قبل آپ نے فرما دیا تھا کہ ہم دونوں بھائیوں میں سے ایک اسی سال فوت ہو جائے گا ۔

دوسرا صدمہ آپ کو اپنے فرزندِ اوّل خواجہ محمد سعید کی وفات سے ہوا ۔ جو بعارضہ چیچک ۱۰ رجب ۱۲۳۷ ہجری کو فوت ہو گئے تھے ۔

صاحبزادہ صاحب گوہر یگانہ تھے ۔ پیدائشی ولی اللہ تھے ۔ چہرہ پر نور کی تابانی ایسی تھی کہ دیکھنے والا بعض اوقات ہوش کھو بیٹھتا تھا ۔

دوسرا سفرِ حج

ان دونوں صدموں کی وجہ سے آپ ۱۲۳۸ ہجری میں دوسرے سفرِ حج پر روانہ ہو گئے اور اس طرح اپنے ان صدمات کا مداوا کیا ۔

خاندان والوں کی عداوتیں

آپ کے ساتھ آپ کے خاندان والوں نے کئی بار بدسلوکیاں کیں ۔ حاکمِ وقت کو آپ کے خلاف بھڑکایا ۔ لیکن آپ نے صبر فرمایا ۔ کسی کی بدخواہی نہیں کی ۔ بلکہ اہلِ خاندان کے خلاف جوابی کارروائی کرنے کی بجائے ۔ آپ نے دو مرتبہ ترکِ سکونت کر کے چند میل کے فاصلہ پر منتقلی اختیار کر لی ۔

لیکن قدرت کو یہ منظور نہیں تھا ۔ اور آپ پھر پرانی جگہ پر آ کر فروکش ہو گئے ۔

معمولات ، کرامات اور ھدایات

آپ ظاہری اور باطنی علوم کا گنجینہ تھے شریعت پر ہمیشہ سختی سے قائم رہتے ۔ جماعت کے ساتھ ہمیشہ پانچوں وقت کی نماز ادا کرتے ۔

پورا دن مجلس میں بیٹھتے ، رات کو بہت تھوڑا سوتے ، بہت تھوڑا کھاتے ، وہ بھی مقررہ اوقات پر
جو کچھ آمدنی ہوتی ، اس کو بیت المال کے طور پر جمع رکھتے ، اور غرباء کی امداد میں صرف کرتے ۔
فقیروں کی ضرورتوں کا ہمیشہ خیال رکھتے ۔

آپ کے ارشادات میں سے چند درج ذیل ہیں

۱۔ انسان میں ایک خصوصیت ایسی پائی جاتی ہے کہ وہ جب کسی کام میں دل وجان سے ہاتھ ڈال دیتا ہے ، تو وہ کام ضرور پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے ۔

۲ ۔ اگر انسان کسی کام میں دل وجان سے کوشش نہیں کرے گا ، تو اپنی مراد کو ہرگز نہیں پہنچے گا۔

۳ ۔ کتنے ہی مشائخوں نے خود کو اور اپنے مریدوں کو عوام سے چھپایا ہے ۔ یہ روش تحسین کے قابل ہے ۔

آپ سے بے شمار کرامتیں صدور میں آئیں
لاعلاج بیماروں نے شفا پائی ، مصیبت زدگان کی مصیبتیں دور ہوئیں ۔

مخالفین نے آپ پر اور آپ کے صاحبزادہ پر کئی بار حملہ کرنا چاہا ، بڑی تیاریاں کر کے آئے ، خدام سے جنگ کی لیکن آپ کو گزند پہنچانے میں ناکام رہے ۔ اور جب آپ سے سامنا ہوا ، رعب سے بے بس ہو گئے اور بھاگ کھڑے ہوئے

وفات

پانچ سال پہلے سے وفات کی تیاریاں شروع کر دی تھیں ۔ خود کفن دفن کا سامان منگوا کر رکھ لیا تھا ۔ ۵ سال تک آپ بیماری میں مبتلا رہے ۔ لیکن صبر واستقامت کا پتلہ بنے رہے ۔

آپ ۱۷ صفر ۱۲۴۷ ہجری بروز جمعرات سورج غروب ہونے کے وقت اس دارِ فانی سے کوچ فرما گئے (۱۸۳۱ء)

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۝

حضرت شاہِ مدنی خواجہ محمد حسن قدس سرہٗ

جناب غوث عالم کے بعد انکی جانشینی کا منصب ان کے صاحبزادہ خواجہ محمد حسن نے سنبھالا۔
خواجہ محمد حسن مدنی بچپن سے ہی ولایت کی طرف مائل تھے۔ علوم ظاہری سے مناسبت نہیں رکھتے تھے۔
جب آپکی عمر نو برس کی تھی تو حضرت غوثِ عالم کو حکم ہوا کہ اپنے فرزند کو اپنا قائم مقام بنا دو۔
اس امر کے دو سال بعد غوثِ عالم کا وصال ہوگیا۔ اور آپ اگیارہ سال کی عمر میں مسند ارشاد پر جلوہ افروز ہوئے۔

ابتداء سے ہی آپ کا طرز زندگی اتباعِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر قائم تھا۔ ہر سنت پر عمل کرتے اور فرائض کی پابندی فرماتے۔

مسلسل عبادت و ریاضت آپ کا شغل تھا

آپکے ارشادات گوہر بے بہا ہیں۔

۱۔ عشق خالص دکھ ہے۔ دکھ سے اپنے دل کو سجاؤ۔ اور دکھ کی ہی طلب کرو۔

۲۔ بہت کم ہیں جو اسم وحول سے ترقی کر کے صفات و شان کی منازل طے کرتے ہیں اور اللہ کی ذات تک پہنچتے ہیں۔

۳۔ طالب کو کبھی مایوس نہیں ہونا چاہیئے۔ یہ قرآن کا حکم ہے۔

۴۔ کسی بزرگ کے بارے میں بدظنی نہ کرو۔

آپ کرامات دکھانے کو بالکل پسند نہیں فرماتے تھے۔ بلکہ کہا کرتے تھے کہ ہمارے طریق کرامات ممنوع ہے۔ تاہم کراماتوں کا آپ سے صدور ہوا۔

سفرِ حج

آپ نے پہلا حج ۱۲۵۵ھ (۱۸۳۹ء) میں کیا۔ اس وقت آپکی عمر بیس [۲۰] برس تھی۔

دوسرا حج ۱۲۶۶ھ (۱۸۴۹ء) میں ادا فرمایا۔

تیسرا حج ۱۲۷۶ھ (۱۸۵۹ء) میں کیا۔

چوتھا حج ۱۲۸۶ھ (۱۸۶۹ء) میں ادا فرمایا۔

پانچواں حج ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء) میں ادا فرمایا
چھٹا حج ۱۲۹۷ھ (۱۸۷۹ء) میں کیا، اور یہ آپ کا آخری حج تھا۔
ان میں سے ہر حج کے موقع پر آپکے سامنے بڑی بڑی مشکلات آئیں۔ جہاز طوفانوں میں گھرے دوران سفر صعوبتوں سے گذرنا پڑا۔ لیکن ان تمام مواقع پر آپ نے زبردست صبر واستقلال کا مظاہرہ کیا۔ اور ہر مشکل پر غالب آگئے۔

وفات

۱۲۹۷ھ کے ماہ شعبان میں (۱۸۷۹ء) آپکو سردی سے بخار ہوا۔ دم کشی کا عارضہ آپ کو اٹھارہ سال کی عمر سے تھا۔ اس میں بھی شدت ہوگئی۔ اسی سال ماہ رمضان میں آپ پر عجیب وارفتگی کی کیفیت طاری ہوگئی۔ آپ نے علاج سے انکار فرما دیا۔ اور کہا کہ اب ہماری عمر، عمرِ نبوی تک پہنچ گئی ہے۔ اب علاج کی حاجت نہیں اور پھر آپ نے اچانک سفر حج پر جانے کا اعلان کر دیا۔
خدام نے ہرچند روکنا چاہا۔ لیکن آپ نہیں مانے ۲۲، شوال کو آپ کراچی سے جہاز پر سوار ہوگئے راستہ میں فرمایا یہ ہمارا آخری سفر ہے۔ اور جوارِ مصطفےٰ میں ہم یہ آخری دن گذارنا چاہتے ہیں۔
غرض یہ کہ آپ حج کے موقع پر مکہ مکرمہ پہنچ گئے۔ اس سال حجِ اکبر تھا۔ آپ اس حج سے مشرف ہوئے اور مدینہ منورہ روانہ ہوگئے۔
مدینہ میں ۷ صفر ۱۲۹۸ھ (۱۸۸۰ء) کو آپ نے سفر آخرت قبول فرمالیا۔
آپ کا مزار جنت البقیع میں خواجہ محمد یار کے روضہ کے پاس حسب وصیت بنایا گیا۔
آپ کے تین فرزند ہوئے خواجہ عبدالستار، خواجہ محمد سعید اور خواجہ عبداللہ خان۔
آپ کے وصال کے بعد خواجہ محمد سعید آپ کی مسند پر بیٹھے۔ اس وقت آپکی عمر ۲۲ سال تھی۔
حضرتِ مدنی نے اپنے تیسرے حج کے موقع پر ہی۔ آپ کو (خواجہ محمد سعید) اپنا جانشین

مقرر فرما دیا تھا ۔

حضرت خواجہ محمد سعید مہاجر مکی صدیقی نقشبندی قدس سرہٗ

خواجہ محمد سعید پر آثار ولایت بچپن سے ہی طاری تھے ۔ مدینہ منورہ میں ہی آپ کی سجادہ نشینی کی دستار بندی کی گئی ۔ اس تقریب میں مدینہ کے جید اہل اللہ اور علماء نے شرکت کی ۔

حضرت خواجہ مہاجر مکی کی زندگی سُنّتِ نبوی کی پیروی کا کامل نمونہ تھی

آپ اپنے مریدوں کو ہر وقت یہ تلقین فرمایا کرتے تھے کہ شریعت محمدیہ سے سرِ مو تجاوز نہ کریں

آپ کثرت سے ریاضت فرمایا کرتے تھے ۔ بعض اوقات ساری ساری رات اذکار اور نوافل میں گذار دیتے ۔

بارہ برس لگاتار ایک ہی کمرہ میں بیٹھ کر آپ نے ذکر الٰہی کیا ۔ "ذکر خفی" اور "ذکر جلی" دونوں جاری رکھتے ۔ ہر روز ستر ہزار مرتبہ "لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ" کا ورد کرتے ۔ دنیوی معاملات میں خداؐ اور رسولؐ کے حکم کے مطابق مشورہ فرمایا کرتے ۔ ظاہری زینت سے قطعی اجتناب برتتے تھے فرمایا کرتے

زینتِ ظاہر گذار و زینتِ دل جو سعید ۔

از دو تارِ موئے پرِ طاؤس افسر شد چہ شد ۔

آپ ایک باکمال شاعر بھی تھے ، اور کئی کتابوں کے مصنف بھی ۔ دیوانِ سعید آپکی نعتیہ اور صوفیانہ نظموں کا مجموعہ ہے ۔ اور "صقال الضمائر" تصوف و معرفت کے نکات کی ایک بیش بہا تصنیف ہے ۔

مسندِ ارشاد پر متمکن ہونے کے بعد آپ کے چشمۂ فیض سے اس قدر لوگ سیراب ہوئے ، کہ ایک بار آپ کے مصاحب سید محمد علی ولد سید علی شاہ نے التماس کیا کہ اگر آپ کا چشمۂ فیض یوں ہی جاری رہا تو کیا عجب ہے ، کہ ہر فیض یافتہ اپنے ہاں ایک لواری لبسائے ۔

حضرت مہاجر مکی قدس سرہٗ کی خدمت میں بڑے بڑے انگریز حکام سلام کے لیئے آتے ۔
ایک بار ولایت کا ایک بڑا پادری جس کے لیئے ہندوستان کی حکومت کو ہدایت تھی، ان کے لیئے ہر طرح کی سہولت فراہم کی جائے آپ کی شہرت سن کر لواری آیا ۔
دورانِ ملاقات پادری نے آپ سے متعدد سوالات کیئے۔ جن کے علمی جواب سن کر پادری کا سارا نشہ ہرن ہوگیا ۔
جب واپس ہوا تو پادری کہتا تھا کہ میں نے ایسا عاقل اور دانا شخص نہیں دیکھا ۔
آپ نے اپنے والد کے ساتھ تین حج کیئے تھے ۔ اور والد کے بعد بھی تین حج ادا فرمائے ۔
۱۳۲۳ھ میں آپ نے آخری اور چھٹا حج ادا فرمایا ۔
اس حج کے لیئے آپ ۱۲ شعبان کو لواری سے روانہ ہوئے ۔ اور کراچی پہنچے، کراچی سے پوربندر تشریف لے گئے ۔
یہاں عوام و خواص کو آپ کی طرف زبردست رجوع ہوا ۔ پوربندر کے راجہ نے ملنے کی درخواست کی، لیکن آپ نے ملنا پسند نہیں فرمایا ۔
پوربندر سے آپ بمبئی تشریف لے گئے ۔ یہاں بھی آپ کا فیض جاری رہا ۔ بے شمار لوگوں نے فائدہ اٹھایا ۔
آپ کے فرزند ارجمند آپ کے ہمراہ تھے ۔ وہ اس سے پہلے بھی دو حج کے موقعوں پر آپ کے ہم رکاب رہ چکے تھے ۔
اس آخری حج کے موقعہ پر اپنی آرزو کے مطابق آپ کا وصال مکہ مکرمہ میں ہوگیا ۔
وصال ۲ محرم ۱۳۲۴ھ کو ہوا ۔ عمر مبارک ساٹھ سال تھی ۔ مکہ شریف میں ہی آپ کا مرقدِ مبارک بنا ۔ جو اب تک زیارت گاہِ خلائق ہے

" یا محمد! کُن سعیدم فالِ با حالِ حسن "
" تا شود جانِ دو عالم قربِ فریاد رس "

۱۰۔ خواجہ احمد زمان قدس سرہٗ

حضرت خواجہ محمد سعید کے وصال کے بعد ان کے جانشین حضرت خواجہ احمد زمان مقرر ہوئے
آپ کی ولادت آپ کے دادا حضرت غوث مدنی کی دعا کا نتیجہ تھی۔ لیکن حضرت غوث نے یہ بھی،
فرما دیا تھا کہ میرے کان یہ نوید نہیں سنیں گے۔

۱۶ ذی الحج بروز سنیچر ۱۲۹۷ھ کو آپ کی ولادت ہوئی۔

والدِ بزرگوار حج کے سفر پر تھے۔ مدینہ میں انہیں اس کی اطلاع ہوئی۔ حضرت غوث مدنی کی وصیت
کے مطابق خوشی میں مصری تقسیم فرمائی۔ اور وطن واپس ہوئے۔

آپ کا نام "احمد" رکھا گیا (احمد زمان)

اگرچہ ایک بشارت کے مطابق آپ کی تعلیم و تربیت غیب سے ہوتی رہی۔ سرورِ کائنات نے
کفالت فرمائی، شیخ عبدالقادر جیلانی اور شیخ مجدد سرہندی سے براہِ راست باطنی فیض ملا۔
تاہم دینی تعلیم آپ نے مشہور عالم قاضی محمد علی مرحوم سے حاصل کی۔

ان کا کہنا تھا کہ احمد زمان پیدائشی ولی ہیں۔ بچپن ہی میں یہ حالت تھی کہ جو کچھ زبان سے نکلتے
پورا ہو جاتا۔

صغر سنی سے ہی آپ سادہ لباس اور سادہ خوراک پسند کرتے تھے۔ جب آپ کی عمر،
۲۰ سال ہو گئی تو والد محترم نے کوٹ لواری اور مکان شریف کا انتظام آپ کے حوالہ
کر دیا۔ آپ اسے نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے۔

۱۳۱۹ ہجری میں آپ کی شادی ہو گئی۔

والد صاحب کے وصال کے بعد ۱۳۲۴ ہجری میں مسندِ ارشاد پر بیٹھے۔

آپ نہایت حلیم الطبع، خوش گفتار، نرم اخلاق، اور پاکیزہ صفات تھے۔
آپ کی پوری زندگی تبلیغ دین میں گذری۔

آپ کی مجلس میں قرآنِ حکیم، احادیث نبوی، سیرتِ صحابہ اور اقوالِ بزرگان کی ہی گفتگو ہوتی
تھی۔

یہ زمانہ ہندوستان میں سیاسی تحریکات کے آغاز کا تھا ۔ مہاتما گاندھی بھی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے ۔

آپ نے ان کا سیاسی مشن قبول کرنے سے انکار کردیا تھا۔ گاندھی جی کو آپ صرف ہندو قوم کا لیڈر قرار دیتے تھے ۔

آپ نے تین مرتبہ حج بیت اللہ فرمایا ۔ اور مدینہ شریف کی زیارت کی ۔

آپ کا اعلان تھا کہ لواری میں کوئی کام خلافِ شریعت نہیں ہوگا ۔

ہر ماہ کی قمری ۴ تاریخ کو آپ حضرت سلطان الاولیاء محمد زمان قدس سرہٗ کا عرس مُنعقِد فرمایا کرتے تھے ۔ ان کے علاوہ دیگر سجّادہ نشینوں کا عرس بھی ہوا کرتا تھا

آخِر کار یہ خورشید ہدایت بھی یکم رجب المُرجّب ۱۳۵۷ ھجری کو روپوش ہوگیا ۔

رہے نام اللہ کا ۔

آپ کا مزارِ اقدس لواری شریف میں ہے ۔

حضرت پیر گل حسن صدیقی دامَ اللہ برکاتہم

خواجہ احمد زمان قدس سرہٗ کے وصال کے بعد ان کے صاجزادہ صاحب پیر گل حسن صدیقی سجادہ نشین مقرر ہوئے ۔

اور اس وقت آپ اس بزرگ خانوادوں کی برکات کے امین ہیں ۔

پیر گل حسن صدیقی ۱۳ شعبان ۱۳۲۷ ہجری کو پیدا ہوئے ۔ آپ کے والدِ محترم خواجہ احمد زمان نے ہی آپ کی تعلیم و تربیت فرمائی

آپ عربی ، فارسی ، سندھی ، اردو اور انگریزی زبانوں کے ماہر ہیں ۔ اور مختلف موضوعات پر آپ کو بصیرت افروز عبور حاصل ہے ۔

آپ ہمیشہ اپنے وابستگان کو تعلیم حاصل کرنے کی ہدایت فرماتے رہتے ہیں ۔

آپ کے والد نے اپنی زندگی میں ہی آپ کو اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا
باقاعدہ خلافت کا منصب آپ نے آپنے والد کی وفات کے بعد ۱۳۵۰ ھجری
میں سنبھالا ۔
آپ نہایت سادہ زندگی بسر کرتے ہیں ۔ بیشتر وقت ذکر الٰہی میں گذارتے ہیں۔
بعض اہلِ خاندان کی مخالفت سے آپ کو شروع ہی سے سابقہ پڑا ہوا ہے ۔
لیکن آپ اسے بڑے ہی ضبط و تحمل اور وقار سے برداشت کرتے چلے آرہے ہیں ۔
آپ نے پوری جماعت کو منظم کرنے میں زبردست جانفشانی کی ہے ۔
حاجت مندوں کی اعانت کے لیئے آپ ہمیشہ تیار رہتے ہیں ۔

آپ کا چشمۂ فیض جاری ہے اور خدا کرے
کہ قیامت تک جاری رہے۔ آمین ثم آمین ۔

تتمہ

شجرۂ نسب

۱۔ حضرت خواجہ گل حسن صدیقی ----- (موجودہ پیر) بن
۲۔ حضرتِ خواجہ احمد زماں -- بن
۳۔ حضرتِ خواجہ محمدؐ سعید مکّی --- بن
۴۔ حضرتِ خواجہ محمدؐ حسن مدنی --- بن
۵۔ حضرتِ خواجہ محمدؐ زمان ثانی --- بن
۶۔ حضرتِ خواجہ گل محمد --- بن
۷۔ حضرتِ خواجہ محمدؐ زمان سلطان الاولیاً - بن
۸۔ حضرتِ خواجہ عبداللطیف ---- بن
۹۔ حضرتِ خواجہ شیخ طیّب ---- بن
۱۰۔ حضرتِ خواجہ شیخ ابراہیم ---- بن
۱۱۔ حضرتِ خواجہ شیخ عبدالوحید ---- بن
۱۲۔ حضرتِ خواجہ عبداللطیف کلاںؒ --- بن
۱۳۔ حضرتِ خواجہ شیخ احمد ---- بن
۱۴۔ حضرتِ خواجہ شیخ لقاءؒ ---- بن
۱۵۔ حضرتِ خواجہ شیخ محمدؐ ---- بن
۱۶۔ حضرتِ خواجہ شیخ فتح اللہ --- بن
۱۷۔ حضرتِ خواجہ شیخ عابد --- بن
۱۸۔ حضرتِ خواجہ شیخ عبداللہ --- بن

۱۹۔ حضرت خواجہ شیخ طاؤس ۔ ۔ ۔ بن
۲۰۔ حضرت خواجہ شیخ علی ۔ ۔ ۔ بن
۲۱۔ حضرت خواجہ شیخ مصطفیٰ ۔ ۔ ۔ بن
۲۲۔ حضرت خواجہ شیخ سالک ۔ ۔ ۔ بن
۲۳۔ حضرت خواجہ شیخ مالک ۔ ۔ ۔ بن
۲۴۔ حضرت خواجہ شیخ محمدؒ ۔ ۔ ۔ بن
۲۵۔ حضرت خواجہ شیخ ابوالحسن ۔ ۔ ۔ بن
۲۶۔ حضرت خواجہ شیخ محمدؒ ۔ ۔ ۔ ۔ بن
۲۷۔ حضرت خواجہ شیخ طائر ۔ ۔ ۔ بن
۲۸۔ حضرت خواجہ شیخ عبدالباری ۔ ۔ ۔ بن
۲۹۔ حضرت خواجہ شیخ عزیز ۔ ۔ ۔ ۔ بن
۳۰۔ حضرت خواجہ شیخ فضل ۔ ۔ ۔ بن
۳۱۔ حضرت خواجہ شیخ علی ۔ ۔ ۔ بن
۳۲۔ حضرت خواجہ شیخ اسحاق ۔ ۔ ۔ بن
۳۳۔ حضرت خواجہ شیخ ابراہیم ابی بکر ۔ ۔ ۔ بن
۳۴۔ حضرت خواجہ شیخ جناب قائم ۔ ۔ ۔ بن
۳۵۔ حضرت خواجہ شیخ عقیق ۔ ۔ ۔ ۔ بن
۳۶۔ حضرت خواجہ شیخ محمدؒ ۔ ۔ ۔ ۔ بن
۳۷۔ حضرت خواجہ شیخ عبدالرحمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ بن
۳۸۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ خلیفۂ اوّل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت سلطان الاولیا رقدس سرہٗ کے والد بزرگوار حضرت شیخ حاجی عبداللطیف رحؒ نے حضرت شیخ فیض اللہؒ بن مخدوم آدم ٹھٹھویؒ سے بیعت ہو کر نقشبندی طریقہ اختیار کیا۔ رسالت مآب حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے لے کر حضرت سلطان الاولیا رقدس سرہٗ تک کا سلسلہ حسب مندرجہ ذیل منظوم فارسی شجرہ میں منضبط ہے۔

منظوم فارسی شجرہ

اے خدا با حرمت میر محمد الرسول ؐ — بوبکر، سلیمان، قاسم جعفر آل بتول رضہ
بو یزید و بوالحسن، ہم بو علی یوسف نظیر — عبدخالق، عارف و محمود علی بابا و میر
ہم بہاؤ الدین، یعقوب و عبیداللہ امام — زاہد، درویش، امکنگی و باقی ہمام
احمد و یونس سعید و وحدت شاہ ضعیف — ہم زکی و حاجی و صاحب بواری حنیف
گل محمد ہم محمد الزمان و ہم حسن — ہم سعید و حضرت احمد زمانِ ذوالمنن

زائرین درگاہ

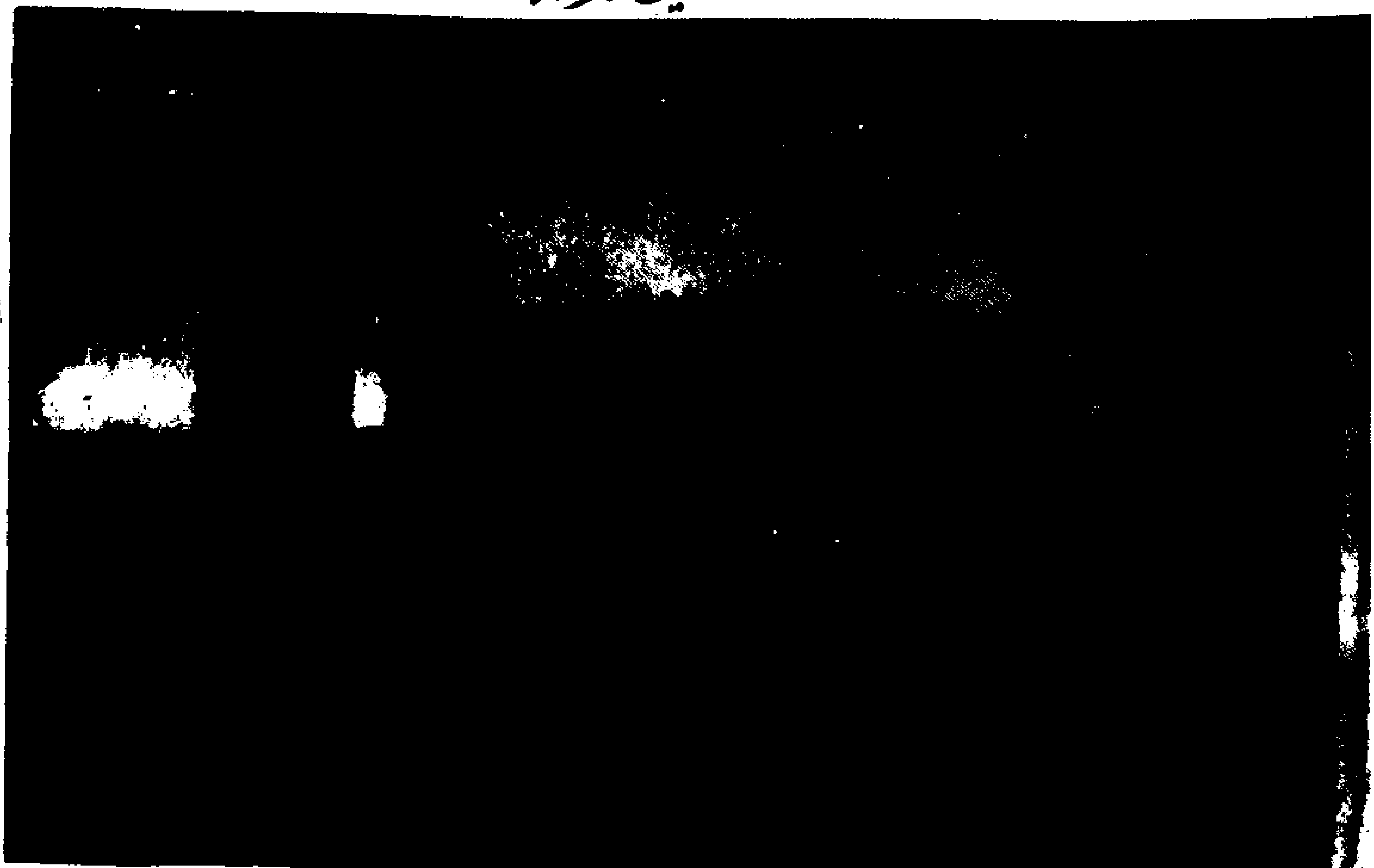

وطن عزیز میں ٹھٹھہ کی وہ تاریخی خانقاہ جہاں سے حضرت سلطان الاولیاء قدس سرہٗ کا چشمۂ فیض جاری ہوا۔ آج بھی زیارت گاہ اہل صفا ہے۔

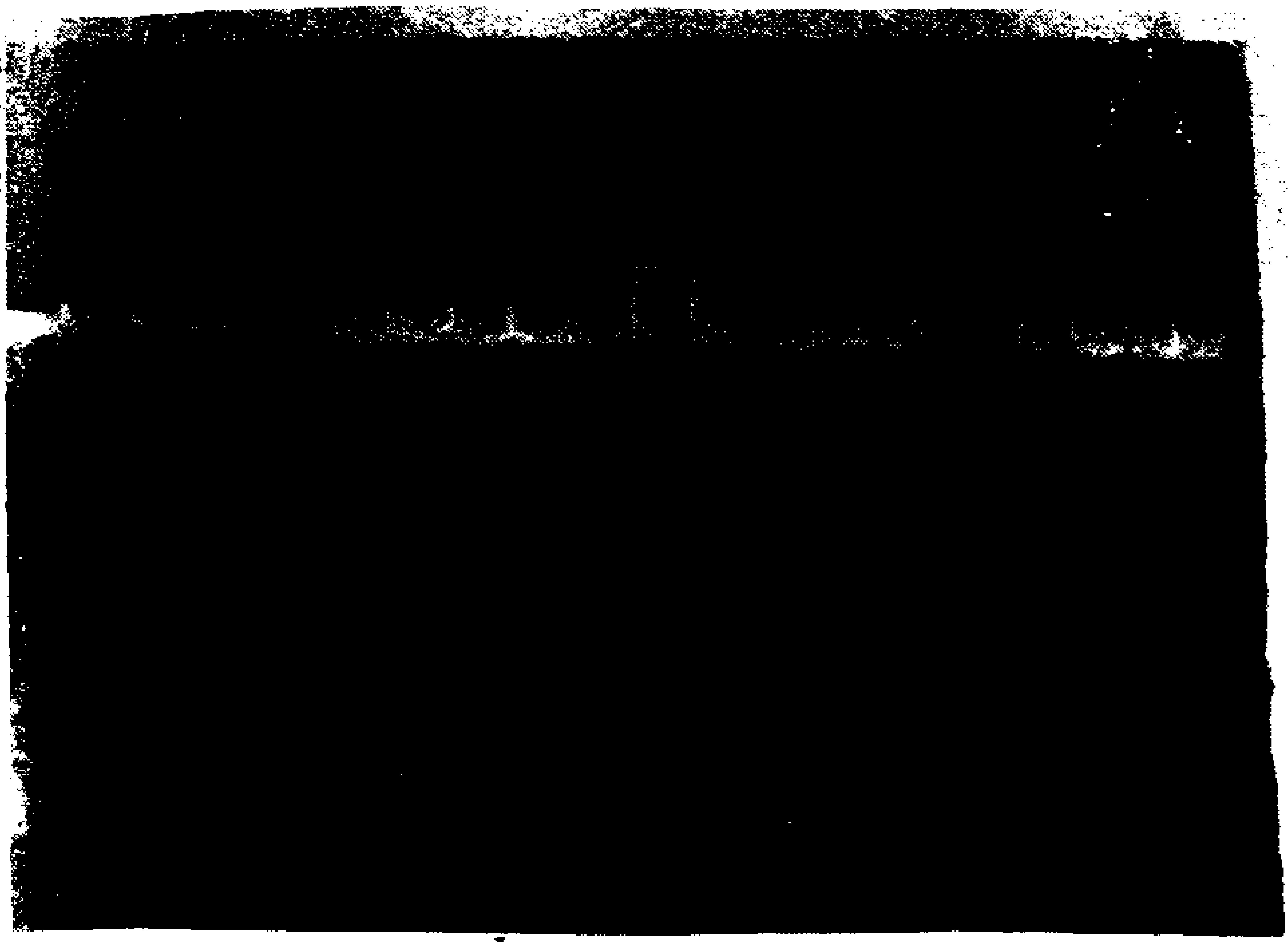

عید گاہ لواری شریف

لواری شریف میں
وہ تاریخی مقام جہاں سندھ کے دو ولی کامل بزرگوں کی ملاقات ہوئی۔ خواجہ
محمد زمان صدیقی نقشبندی اور شاہ سید عبداللطیف بھٹائی۔

چوھدری شمشاد علی وارثی

A. H PRINTERS

چودھری شمشاد علی وارثی

A. H PRINTERS

تذکرہ اولیاء کرام نقشبندیہ

لواری شریف

620/1

حضرت سلطان الاولیاء خواجہ محمد زمان صدیقی نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ

نذرانہ عقیدت: چوھدری شمشاد علی وارثی